★★★ پاک سرزمین کا نظام...... قوت اخوت عوام ★★★

ABC CERTIFIED — DAILY QUWAT LAHORE

روزنامہ قوت لاہور

چیف ایگزیکٹو: حاجی ملک محمد وحید

چیف ایڈیٹر: میاں محمد فیاض

www.dailyquwat.com Email:dailyquwat786@gmail.com

جلد نمبر 16 | جمعتہ المبارک 9 صفر المظفر 1448ھ، 24 جولائی 2026ء، 9 ساون 2082ب صفحات 8 قیمت 20 روپے | شمارہ نمبر 213

پنجاب، خیبر پختونخوا میں بارشیں، 43 افراد جاں بحق، 177 زخمی، کئی گھر منہدم

رواں سال مون سون بارشوں کے باعث 21 شہری جاں بحق اور 154 زخمی ہوئے، سیلابی ریلے میں بہنے یا پھنسنے ہونے سے متعلق کوئی جانی نقصان کی اطلاع نہیں

رواں سال مون سون کے دوران آسمانی بجلی گرنے سے 2، عمارات گرنے سے 15، کرنٹ لگنے سے 3 اور پانی میں ڈوبنے سے ایک شخص جاں بحق ہوا، مون سون بارشوں کے باعث 38 مکانات جزوی طور پر متاثر ہوئے جبکہ ایک مویشی ہلاک ہوا

لاہور/پشاور (این این آئی) پنجاب اور خیبر پختونخواہ میں مون سون بارشوں اور سیلاب سے ہونے والے نقصانات بارے رپورٹ جاری کر دی گئی، حادثات میں اب تک مجموعی طور پر 43 افراد جاں بحق ہو چکے جبکہ کئی گھر منہدم ہو گئے۔ ترجمان پی ڈی ایم اے (بقیہ نمبر 4)

اسلام آباد: وزیراعظم محمد شہباز شریف سے چینی کمپنی 'فیمسن' (FAMSUN) کا وفد ملاقات کر رہا ہے

محمد اورنگزیب کی امریکی ایگزیم بینک کے صدر سے ملاقات، سرمایہ کاری پر گفتگو

اسٹریٹیجک فریم ورک پر جلد اتفاق متوقع، فریم ورک پر اقوام متحدہ کے اجلاس کے موقع پر دستخط ہوں گے

اسلام آباد (این این آئی) وفاقی وزیر خزانہ و محصولات محمد اورنگزیب نے اپنے دورہ واشنگٹن ڈی سی کے دوران امریکی ایگزیم بینک کے صدر اور چیئرمین جان جوانووک سے اہم (بقیہ نمبر 5)

آبادی میں توازن ہی پائیدار قومی ترقی کی ضمانت ہے، وزیراعظم

آبادی کی منصوبہ بندی کو قومی ترقی، معاشی استحکام اور انسانی وسائل کی بہتری سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے، بہبود آبادی کے اقدامات کے حوالے سے صوبوں کے ساتھ روابط اور ہم آہنگی کو مزید بہتر بنایا جائے، بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پانے کے موثر عوامی آگاہی مہم کا کلیدی کردار ہے۔

نیشنل پاپولیشن کونسل کا اجلاس جلد بلایا جائے گا جس میں تمام صوبوں، گلگت بلتستان کے وزرائے اعلیٰ، آزاد کشمیر کے وزیراعظم اور دیگر تمام متعلقہ اداروں کے نمائندے اور سٹیک ہولڈرز شرکت کریں گے تاکہ بہبود آبادی کے حوالے سے جامع حکمت عملی ترتیب دی جا سکے: میاں شہباز شریف

اسلام آباد (این این آئی) وزیراعظم محمد شہباز شریف نے تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو ملک کے لئے سب سے بڑا چیلنج قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ آبادی میں توازن ہی پائیدار قومی ترقی کی ضمانت ہے، بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پانے کیلئے اقدامات اور بہبود آبادی کو قومی فریضہ سمجھا جانا چاہیے۔ جمعرات کو وزیراعظم آفس کے میڈیا ونگ سے جاری بیان کے مطابق وزیراعظم محمد شہباز شریف کی زیر صدارت ملک میں بہبود آبادی کے حوالے سے اہم جائزہ اجلاس ہوا، اجلاس میں وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال، وفاقی وزیر اقتصادی امور احد خان چیمہ، (بقیہ نمبر 11)

حکومتیں اور انتظامیہ باہمی رابطے کو ممکن حد تک موثر بنائیں، صدر مملکت

مون سون کی بارشوں میں شدت کے پیش نظر لوگوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے مربوط تیاریوں، ریسکیو اور امدادی اقدامات کو مزید موثر اور تیز کیا جائے، صدر کی وفاقی، صوبائی اور مقامی حکام کو ہدایت

صدر مملکت نے حالیہ بارشوں اور ان کے نتیجے میں قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع اور گھروں، بنیادی ڈھانچے اور املاک کو پہنچنے والے نقصان پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا

اسلام آباد (این این آئی) صدر مملکت آصف علی زرداری نے ملک میں مون سون کی بارشوں میں شدت کے باعث حساس علاقوں میں اچانک آنے والے سیلاب، بادل پھٹنے، گلیشیائی جھیلوں کے پھٹنے سے آنے والے سیلاب (گلوف)، لینڈ سلائیڈنگ، دریاؤں میں طغیانی اور شہری سیلاب کے خطرات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جمعرات کو ایوان صدر کے پریس ونگ سے جاری (بقیہ نمبر 12)

کے پیش نظر وفاقی، صوبائی اور مقامی حکام کو ہدایت کی ہے کہ لوگوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے مربوط تیاریوں، ریسکیو اور امدادی اقدامات کو مزید موثر اور تیز کیا جائے کیونکہ بڑھتی ہوئی بارشوں

امیر العظیم کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی، وزیراعظم

شہباز شریف کا جماعت اسلامی کی جنرل سیکرٹری کے انتقال پر اظہار افسوس، (بقیہ نمبر 14)

پاکستان پر غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد بدستور برقرار

گزشتہ مالی سال غیر ملکی سرمایہ کاری پر منافع کی منتقلی 2 ارب 31 کروڑ ڈالر تک پہنچ گئی

لاہور (این این آئی) پاکستان میں سرمایہ کاری اور کاروباری سرگرمیوں میں بہتری سے غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد بدستور برقرار ہے۔ سرکاری ریڈیو کے مطابق گزشتہ (بقیہ نمبر 13)

یمنی حوثیوں کا ناکہ بندی کی خلاف ورزی پر 2 سعودی ٹینکروں پر حملہ

نشانہ بنائے جانے والے سعودی آئل ٹینکرز نے گروپ کی جانب سے عائد کردہ بحری ناکہ بندی کی خلاف ورزی کی تھی

بحیرہ احمر میں سفر کے دوران سعودی ملکیت والے جہاز کو نشانہ بنایا گیا، جہاز کے اگلے حصے میں آگ بھڑک اٹھی تاہم عملہ محفوظ ہے

صنعا (ویب ڈیسک) یمن کی حوثی اکثریتی جماعت انصار اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ سعودی عرب کے 2 آئل ٹینکرز کو نشانہ بنایا ہے۔ انصار اللہ کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ نشانہ بنائے جانے والے سعودی آئل ٹینکرز نے گروپ کی جانب سے عائد کردہ بحری ناکہ بندی کی خلاف ورزی کی تھی۔ سعودی سرکاری خبررساں ایجنسی کے مطابق بحیرہ احمر میں سفر کے دوران سعودی ملکیت والے جہاز کو نشانہ بنایا گیا، جہاز کے اگلے حصے میں آگ بھڑک اٹھی تاہم عملہ محفوظ ہے۔ اس سے پہلے برطانوی میری ٹائم ایجنسی نے رپورٹ کیا تھا کہ سعودی عرب کے ساحل الشقیق (بقیہ نمبر 32)

پاکستان اور عمان کا تجارت، سرمایہ کاری و اعلیٰ سطح کے روابط مضبوط بنانے پر اتفاق

عمانی وزیر خارجہ نے خطے میں مکالمے، کشیدگی میں کمی اور امن و سلامتی کے فروغ کے لیے پاکستان کے تعمیری کردار کو سراہا

منیلا (این این آئی) پاکستان اور عمان کے مابین تجارت، سرمایہ کاری اور اعلیٰ سطح کے روابط مضبوط بنانے پر اتفاق ہوا ہے۔ نائب وزیراعظم و وزیر خارجہ سینیٹر محمد اسحاق ڈار نے آسیان ریجنل فورم کے موقع پر منیلا میں سلطنت عمان کے وزیر خارجہ سید بدر بن حمد البوسعیدی سے ملاقات (بقیہ نمبر 38)

سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی، دہشتگردی کی سرپرستی کر رہا ہے بھارت، پاکستان

صدر پاکستان بھارت کے گمراہ کن بیان کا جواب دینے کے لیے دوبارہ اظہار خیال پر مجبور ہوا ہے

یہ حقائق کو مسخ کرنے اور زمینی حقیقت کو غلط انداز میں پیش کرنے کی ایک بے سود کوشش ہے

برطانوی ہائی کمشنر جین میریٹ نے اسلام آباد میں وزارت تجارت کا دورہ کیا اور وفاقی وزیر تجارت جام کمال خان سے ملاقات

نیویارک (این این آئی) اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں بھارتی نمائندے کے بیان پر پاکستان کا حق جواب میں فرسٹ سیکرٹری انصار شاہ نے بھارت کو کرارا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ بھارت دہشت گردی کا شکار نہیں، دہشت گردی کا ... (بقیہ نمبر 15)

جعلی مینڈیٹ والی حکومت کو جمہوریت کا درس دینے کا حق نہیں، شرجیل انعام میمن

پیپلز پارٹی پورے پاکستان کی جماعت ہے، ملک کو تقسیم نہیں بلکہ وفاقی ہم آہنگی کی ضرورت ہے، سینئر وزیر سندھ

عوام جانتی ہے کہ کون فارم 47 کے ذریعے اقتدار میں آیا اور کس کے پاس حقیقی عوامی مینڈیٹ موجود ہے

... (بقیہ نمبر 34)

شکاگو: چیئرمین وزیراعظم یوتھ پروگرام رانا مشہود احمد خان شکاگو میں نوجوانوں کی شرکت کی ایک تقریب سے خطاب کر رہے ہیں

آسیان ریجنل فورم کے ذریعے علاقائی امن و استحکام اور تعاون کیلئے پرعزم ہیں، اسحاق ڈار

منیلا (نیٹ نیوز) نائب وزیراعظم اسحاق ڈار نے کہا ہے کہ پاکستان علاقائی امن، استحکام اور تعاون کے فروغ کے لیے آسیان ریجنل فورم کے ذریعے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے پرعزم ہے۔ اسحاق ڈار نے 33 ویں آسیان ریجنل فورم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے منیلا پلان آف ایکشن 2036 پر موثر عملدرآمد کی حمایت کا اعادہ کیا ہے، تاہم عالمی اور علاقائی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے موثر کثیرالجہتی تعاون ناگزیر ہے۔ نائب وزیراعظم نے کہا کہ جموں و کشمیر کے تنازعے کا منصفانہ حل ہی جنوبی ایشیا میں پائیدار امن کی بنیاد ہے، پاکستان مسئلہ کشمیر کے پرامن اور منصفانہ حل کی حمایت جاری رکھے گا، جبکہ عالمی برادری کو بین الاقوامی قانون کے تحفظ اور تنازعات کے پرامن حل کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ (بقیہ نمبر 31)

جنوبی لبنان کے شہر صور (Tyre) میں واقع فنیقی بندرگاہ کے آثار قدیمہ کے پس منظر میں، اسرائیلی فضائی حملے کے مقام سے دھواں اٹھ رہا ہے

ذہنی صحت کی سہولیات کو بنیادی صحت کے نظام کا حصہ بنایا جائے، وزیر صحت

صحت کے شعبے سے وابستہ پیشہ ور افراد کے لیے ذہنی صحت سے متعلق لازمی سرٹیفکیشن/ڈپلومہ پروگرام متعارف کرائے جائیں، سید مصطفیٰ کمال

اسلام آباد (این این آئی) وفاقی وزیر صحت سید مصطفیٰ کمال کی زیر صدارت پاکستان میں ذہنی صحت کے شعبے میں اصلاحات سے متعلق ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، جس میں ذہنی صحت کی خدمات کو موثر، قابل رسائی اور شواہد پر مبنی بنانے کے لیے مختلف تجاویز کا جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں گلوبل انسٹی ٹیوٹ آف ہیومن ڈیولپمنٹ کے بانی ڈائریکٹر، ڈاکٹر سید عثمان ہمدانی نے شرکت کی اور پاکستان میں ذہنی صحت کی موجودہ صورتحال، درپیش چیلنجز اور اصلاحات سے متعلق تفصیلی بریفنگ دی۔ وفاقی وزیر صحت مصطفیٰ کمال نے ہدایت کی کہ ذہنی صحت کی خدمات کو بنیادی صحت کی سہولیات اور تعلیمی نظام میں موثر انداز سے ضم کیا جائے تاکہ ذہنی بیماریوں کی بروقت تشخیص، فوری علاج اور عوامی سطح پر ذہنی صحت کے فروغ کو یقینی بنایا جا سکے۔ انہوں نے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ (این آئی ایچ) کے تعاون سے قومی ذہنی صحت ڈیٹا ڈیش بورڈ قائم کرنے کی ہدایت دی (بقیہ نمبر 33)

مون سون بارشوں کا آغاز، شہری علاقوں میں تباہی، انتظامی تیاریوں کا سخت امتحان

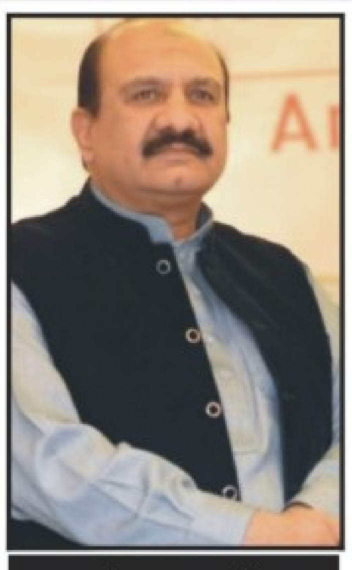

تحریر: میاں فیاض

ملک بھر میں مون سون بارشوں کے نئے سلسلے نے شہری زندگی کو بری طرح متاثر کرنا شروع کر دیا ہے۔ پنجاب، خیبر پختونخوا، سندھ، بلوچستان، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے مختلف علاقوں میں ہونے والی موسلا دھار بارشوں کے باعث کئی شہر زیر آب آ گئے، نشیبی علاقوں میں پانی جمع ہونے سے معمولات زندگی درہم برہم ہو گئے جبکہ متعدد مقامات پر جانی و مالی نقصان کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔

محکمہ موسمیات نے آئندہ چند روز کے دوران مزید بارشوں کی پیش گوئی کرتے ہوئے متعلقہ اداروں کو الرٹ رہنے کی ہدایت کی ہے۔ بارش کے آغاز کے ساتھ ہی بڑے شہروں میں نکاسی آب کے نظام کی خامیاں ایک مرتبہ پھر نمایاں ہو گئیں۔ لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، فیصل آباد، گوجرانوالہ، ملتان، پشاور اور کراچی کے مختلف علاقوں میں چند گھنٹوں کی بارش نے اہم شاہراہوں کو تالاب کا منظر پیش کرنے پر مجبور کر دیا۔ سڑکوں پر پانی کھڑا ہونے سے گاڑیوں کی لمبی قطاریں لگ گئیں، شہریوں کو دفاتر اور تعلیمی اداروں تک پہنچنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑا جبکہ کاروباری سرگرمیاں بھی بری طرح متاثر ہوئیں۔

شدید بارشوں اور تیز ہواؤں کے باعث مختلف علاقوں میں مکانات کی چھتیں اور دیواریں گرنے کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے۔ کئی مقامات پر درخت اور بجلی کے کھمبے گرنے سے ٹریفک کی روانی متاثر ہوئی جبکہ بجلی کی فراہمی معطل ہونے سے شہریوں کو اضافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ امدادی ادارے متاثرہ علاقوں میں امدادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں جبکہ ریسکیو ٹیمیں ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے مسلسل کارروائیاں کر رہی ہیں۔

محکمہ موسمیات کے مطابق مون سون ہوائیں اس وقت ملک کے بالائی اور وسطی علاقوں پر اثرانداز ہو رہی ہیں اور آئندہ چند روز کے دوران مزید بارشوں کا امکان موجود ہے۔ ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ شدید بارشوں کے باعث شہری سیلاب، برساتی نالوں میں طغیانی اور پہاڑی علاقوں میں لینڈ سلائیڈنگ کے خطرات بڑھ سکتے ہیں۔ عوام کو غیر ضروری سفر سے گریز، نشیبی علاقوں سے احتیاط اور خراب موسم میں حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ صوبائی حکومتوں اور ضلعی انتظامیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ واسا، میونسپل اداروں، ریسکیو 1122 اور دیگر متعلقہ محکموں کو ہائی الرٹ کر دیا گیا ہے۔ نکاسی آب کے لیے اضافی مشینری حساس مقامات پر تعینات کی جا رہی ہے جبکہ کنٹرول رومز چوبیس گھنٹے فعال رکھے گئے ہیں۔ اس کے باوجود کئی علاقوں میں شہریوں نے پانی کی بروقت نکاسی نہ ہونے اور انتظامی ردعمل میں تاخیر پر شکایات کا اظہار کیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پاکستان موسمیاتی تبدیلیوں سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ممالک میں شامل ہے، جہاں شدید بارشوں، گرمی کی لہروں اور غیر متوقع موسمی تبدیلیوں کی شدت میں مسلسل اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ ان کے مطابق شہروں کی غیر منصوبہ بند توسیع، بارشی پانی کے قدرتی راستوں پر تجاوزات اور فرسودہ سیوریج نظام ہر سال مون سون کے دوران مسائل کو مزید سنگین بنا دیتے ہیں۔

اگر جدید ڈرینیج سسٹم، بارش کے پانی کو ذخیرہ کرنے کے منصوبوں اور شہری انفراسٹرکچر کی بہتری پر سنجیدگی سے کام نہ کیا گیا تو مستقبل میں نقصانات میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ دوسری جانب زرعی ماہرین کا کہنا ہے کہ مناسب مقدار میں ہونے والی مون سون بارشیں زراعت، آبی ذخائر اور زیر زمین پانی کی سطح بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، تاہم مسلسل اور غیر معمولی بارشیں فصلوں، دیہی انفراسٹرکچر اور رابطہ سڑکوں کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ متعلقہ ادارے شہری اور دیہی دونوں علاقوں میں حفاظتی اقدامات کو مزید موثر بنائیں۔

ماہرین شہری منصوبہ بندی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر سال بارشوں کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال اس امر کی متقاضی ہے کہ ہنگامی اقدامات کے ساتھ ساتھ مستقل بنیادوں پر اصلاحات بھی کی جائیں۔ نکاسی آب کے نظام کی جدید خطوط پر تعمیر، برساتی نالوں کی باقاعدہ صفائی، غیر قانونی تجاوزات کا خاتمہ اور موسمیاتی تبدیلیوں سے نمٹنے کے لیے جامع حکمت عملی ہی مستقبل میں ایسے بحرانوں کے اثرات کو کم کر سکتی ہے۔ مون سون بارشیں پاکستان کے قدرتی ماحول، زراعت اور آبی وسائل کے لیے ناگزیر اہمیت رکھتی ہیں، مگر موثر منصوبہ بندی اور بروقت انتظامی اقدامات کے بغیر یہی نعمت شہری علاقوں میں مشکلات، نقصانات اور انتظامی چیلنجز کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ موجودہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ حکومت، متعلقہ ادارے اور شہری اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے ایسے اقدامات کریں جو نہ صرف موجودہ بحران سے نمٹنے میں مددگار ثابت ہوں بلکہ مستقبل میں بھی شہری آبادی کو محفوظ بنا سکیں۔

ایران معاہدہ کرنے کیلئے منتیں کر رہا ہے، قیمت چکانا پڑے گی، مارکو روبیو

ایران ہر رات کے ساتھ زیادہ قیمت ادا کرے گا، جب تک وہ ہوش کے ناخن نہیں لیتا۔

ایشیائی پانیوں میں چینی اقدامات پریشان کن ہیں، روسی ہم منصب سے اچھی اور بے تکلفانہ بات چیت ہوئی، یوکرین جنگ کے خاتمے کے لیے تعمیری کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

منیلا (دنیا نیوز) امریکی وزیر خارجہ مارکو روبیو نے ایران کو سخت وارننگ دیتے ہوئے کہا ہے کہ جب تک تہران اپنے طرز عمل میں تبدیلی نہیں لاتا، اسے ہر گزرتی رات کے ساتھ مزید بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔ فلپائن کے دارالحکومت منیلا میں آسیان کانفرنس کے موقع پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے مارکو روبیو نے کہا کہ ایران ہر رات کے ساتھ زیادہ قیمت ادا کرے گا، جب تک وہ ہوش کے ناخن نہیں لیتا۔ انہوں (بقیہ نمبر 20)

شانتی: وفاقی وزیر برائے موسمیاتی تبدیلی و ماحولیاتی رابطہ، ڈاکٹر مصدق ملک نے جمہوریہ ترکیہ کی نائب وزیر برائے ماحولیات، شہری کاری و موسمیاتی تبدیلی، محترمہ فاطمہ وارانک کے ساتھ ملاقات

اسحٰق ڈار 23 اور 24 جولائی کو کرغزستان میں شنگھائی تعاون تنظیم کی وزرائے خارجہ کونسل کے اجلاس میں شرکت کرینگے

اسلام آباد (این این آئی) نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ سینیٹر محمد اسحاق ڈار جمہوریہ کرغزستان کے وزیر خارجہ ژین بیک کولو بائیف کی دعوت پر 23 اور 24 جولائی کو کرغزستان کے (بقیہ نمبر 19)

مستونگ، گاڑی پر فائرنگ، سیشن جج سمیت 2 افراد جاں بحق، ایڈیشنل سیشن جج زخمی

سیشن جج عبدالحکیم کاکڑ پر حملہ ریاست پر حملہ ہے، دہشت گردوں کو ہر قیمت پر انجام تک پہنچائیں گے، وزیراعلیٰ بلوچستان

کوئٹہ/مستونگ (این این آئی) مستونگ کے علاقے ولی خان میں نامعلوم افراد نے سیشن جج کی گاڑی پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں دو افراد جاں بحق اور ایڈیشنل سیشن جج زخمی ہو گیا۔ ڈی پی او اللہ بخش بلوچ کے مطابق فائرنگ سے سیشن جج عبدالحکیم کاکڑ اور ان کا گن مین جاں بحق ہو گئے، فائرنگ سے ایڈیشنل سیشن جج طارق لاشاری سمیت 2 افراد شدید زخمی ہوئے ہیں۔

چیئرمین نیب لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) نذیر احمد نیب ہیڈکوارٹرز میں سندھ پروونشل سروس کے 'تیسرے سینئر مینجمنٹ کورس' کے شرکاء سے خطاب کر رہے ہیں

ریلوے نے سسٹم کو جدید بنانے اور مالی استحکام کیلئے 10 سالہ روڈ میپ پر کام شروع کر دیا ہے، محمد حنیف عباسی

تھرکول ریلوے کنیکٹیوٹی منصوبے پر 60 فیصد کام مکمل ہو چکا جو دسمبر 2026 تک مکمل کر لیا جائے گا، وزیر ریلوے

اسلام آباد (این این آئی) حکومت پاکستان نے ریلوے کے نظام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اور مالی طور پر مستحکم بنانے کے لیے 2033 تک کے جامع سٹریٹجک روڈ میپ پر باقاعدہ کام شروع کر دیا ہے، اس 10 سالہ منصوبے کے تحت مین لائن 1 اور مین لائن 3 کی اپ گریڈیشن، علاقائی مواصلاتی رابطوں میں بہتری اور ریلوے کے تمام شعبوں کی جدید ڈیجیٹلائزیشن (بقیہ نمبر 24)

دریائے چناب میں خانکی، قادر آباد کے مقام پر اونچے درجے کا سیلاب، نشیبی علاقوں سے انخلائی ہدایت

دریائے چناب سے ملحقہ تمام اضلاع میں ایمرجنسی نافذ، پنجاب کے دیگر دریاؤں میں بھی پانی کے بہاؤ میں اضافہ

3 لاکھ کیوسک کا بڑا ریلا خانکی اور قادر آباد سے ہوتا ہوا چنیوٹ کی حدود میں داخل ہوگا، فلڈ کنٹرول روم کا الرٹ

سیالکوٹ، نارووال، گوجرانوالہ کے نشیبی علاقوں میں پانی داخل ہونیکا خدشہ، حافظ آباد، چنیوٹ، جھنگ میں دریا کنارے آباد افراد کو محفوظ مقام پر منتقل ہونے کی ہدایت

لاہور (این این آئی) محکمہ آبپاشی پنجاب کے ترجمان کے مطابق خانکی اور قادر آباد کے مقامات پر دریائے چناب میں بلند درجے کا سیلاب ہے اور صورتحال کے پیش نظر مقامی انتظامیہ نے دریائی بیلٹ کے قریب نشیبی بستیوں سے انخلاء کی ہدایات جاری کر دی ہیں۔ ترجمان کے مطابق دریائے چناب میں خانکی بیراج پر 2 لاکھ 61 ہزار 463 کیوسک پانی کی آمد اور 2 لاکھ 56 ہزار 463 کیوسک اخراج ریکارڈ کیا گیا یہاں بلند درجے کا سیلاب ہے۔ قادر آباد بیراج پر 2 لاکھ 67 ہزار 159 کیوسک پانی کی آمد اور 2 لاکھ 52 ہزار 159 کیوسک (بقیہ نمبر 25)

بھارت کی جانب سے فلڈ ڈیٹا کی فراہمی بند، دریاؤں کی نگرانی کے لئے نیا نظام متعارف کرانے کی تجویز

سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے آبی وسائل کو سیلابی صورتحال اور مون سون کی تیاریوں پر تفصیلی بریفنگ

کمیٹی کا پنجاب، سندھ کے سیکرٹریز اریگیشن کو آئندہ اجلاس میں شرکت یقینی بنانیکی ہدایت، عدم شرکت پر کارروائی کا انتباہ

اسلام آباد (این این آئی) سینیٹ قائمہ کمیٹی آبی وسائل کے اجلاس میں سیلابی صورتحال اور مون سون تیاریوں کا جائزہ لیا گیا۔ کمیٹی کو بتایا گیا کہ بھارت کی جانب سے فلڈ ڈیٹا کی فراہمی بند کر دی گئی ہے جس کے بعد متبادل ذرائع سے معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ کمیٹی نے دریاؤں کی نگرانی کے لیے جدید اور مصنوعی ذہانت پر مبنی نظام متعارف کرانے کی ضرورت پر زور دیا۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے آبی وسائل کو ملک میں جاری سیلابی صورتحال اور مون سون کی تیاریوں پر بریفنگ دی گئی۔ حکام کے مطابق موجودہ سیلابی صورتحال بارشوں کا نتیجہ ہے، دریائے (بقیہ نمبر 26)

سیکرٹری سپیشلائزڈ ہیلتھ کیئر عظمت محمود کے والد انتقال کر گئے

لاہور (این این آئی) سیکرٹری سپیشلائزڈ ہیلتھ کیئر پنجاب عظمت محمود کے والد انتقال کر گئے۔ مرحوم کی نماز جنازہ مسجد اللہ اکبر ای بلاک مسجد چوک، ڈیفنس فیز 1 میں ادا کی گئی

چند گھنٹوں کی بارش نے پنجاب حکومت کے تمام دعوے بے نقاب کر دیئے، حسن مرتضیٰ

لاہور (این این آئی) پاکستان پیپلز پارٹی وسطی پنجاب کے جنرل سیکرٹری سید (بقیہ نمبر 27)

983 واں عرس داتا گنج بخش، زائرین کیلئے مثالی انتظامات اور فول پروف سکیورٹی کو حتمی شکل دی جا رہی ہے، علی ڈار

وزیراعلیٰ مریم نواز کی ہدایت پر لنگر، سبیلیں، محافل سماع و نعت، صفائی اور ٹریفک انتظامات مکمل کرنے کی ہدایت کر دی گئی

محکمہ اوقاف تمام متعلقہ اداروں کے اشتراک سے عرس مبارک کو پرامن، منظم، باوقار اور یادگار بنانے کے لیے شب و روز مصروف عمل ہے۔ ڈاکٹر احسان بھٹہ

لاہور (این این آئی) حکومت پنجاب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے 983 ویں سالانہ عرس مبارک کو شاندار، منظم اور یادگار انداز میں منعقد کرنے کے لیے بھرپور انتظامات کو حتمی شکل دے رہی ہے، وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی خصوصی ہدایات پر ملک بھر سے آنے والے لاکھوں زائرین کے لیے مثالی سہولیات، فول پروف سکیورٹی اور بہترین انتظامات یقینی بنائے جا رہے ہیں۔

اسلام آباد: پاکستان ایگریکلچرل ریسرچ کونسل (PARC) کے چیئرمین ڈاکٹر سید مرتضیٰ حسن اندرابی اور FAMSUN گروپ کے چیف ایگزیکٹو آفیسر مسٹر جیک چن نے وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق رانا تنویر حسین کی موجودگی میں 'لیٹر آف انٹینٹ' (LoI) پر دستخط

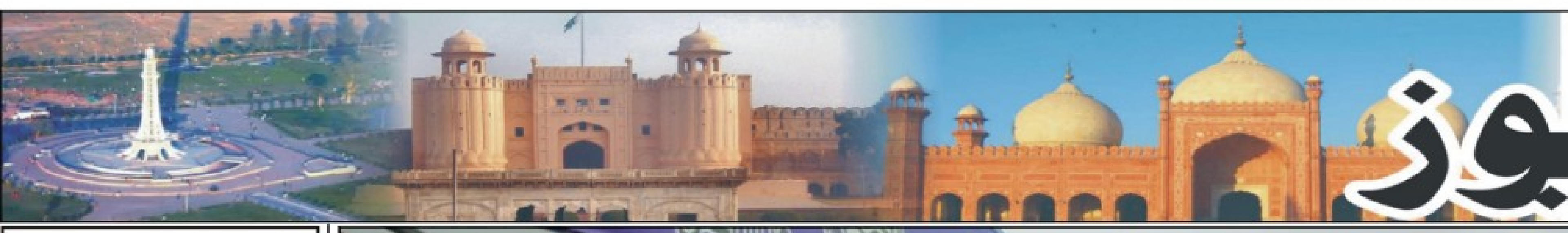

روزنامہ قوت لاہور
بانی ایڈیٹر میاں محمد فیاض

سٹی نیوز

ایک مسیحی ابزرور (Observer) قومی اسمبلی اور سینیٹ آف پاکستان میں بھی مقرر کیا جائے

لاہور (ظہیر احمد سے) جب تک ہمارے یہ تین دیرینہ مطالبات پورے نہیں ہوتے؛ ہم یاد کرواتے رہیں گے، ہم چیختے چلاتے رہیں گے، ہم پاکستان اور دنیا بھر میں اپنے ان جائز مطالبات کی آواز اٹھاتے رہیں گے۔ اور درج ذیل شخصیات کے سامنے اپنی اس اپیل کو بار بار دہراتے رہیں گے۔ الیکشن کمیشن اف پاکستان، الیکشن کمیشن آف ازاد جموں کشمیر، سپہ سالار پاکستان سید حافظ عاصم منیر فیلڈ مارشل، چیرمین بلاول بھٹو زرداری، صدر اصف علی زرداری، فیصل ممتاز راٹھور وزیر اعظم ازاد جموں کشمیر اور ایڈوکیٹ وزیر اعلی گلگت بلتستان کو یاد کرواتے رہیں گے۔ 1) ھر دو ایک اسمبلیوں میں تین تین اقلیتی نشستیں مختص کی جائیں نیز ایک ایک مسیحی ابزرور (Observer) (قومی اسمبلی اور سینیٹ اف پاکستان میں بھی مقرر کیا جائے تا کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر پر کشمیر کی ازادی اور گلگت بلتستان کی سیاحتی، ثقافتی اور کاروباری سطح پر پزیرائی حاصل ہوسکے۔ 2) ازاد کشمیر اور گلگت بلتستان کی حکومتیں محکمہ اقلیتی امور تا کہ یہاں بسنے والی مذہبی اقلیتوں کے مسائل کا حل حق حاکمیت، کے تحت مل سکے۔ 3) وزیر اعظم ازاد کشمیر اور وزیر اعلی گلگت بلتستان کے وزیر اعلی کے ایک ایک مسیحی کو ان دونوں کا مشیر برائے اقلیتی امور بنایا جائے۔

چین نے قابل تجدید توانائی کے فروغ کے لئے نیا پانچ سالہ منصوبہ جاری کر دیا

بیجنگ (شِنہوا) چین کی قومی توانائی انتظامیہ (این ای اے) نے کہا ہے کہ چین نے 15ویں پانچ سالہ منصوبے (2026-2030) کے دوران قابل تجدید توانائی کی ترقی کا منصوبہ باضابطہ طور پر جاری کر دیا ہے۔ یہ دستاویز قومی ترقی واصلاحات کمیشن اور قومی توانائی انتظامیہ نے مشترکہ طور پر جاری کی ہے۔ دستاویز کے مطابق اس عرصے میں چین کا قابل تجدید توانائی کا شعبہ وسعت، معیار میں بہتری اور توانائی کے قابل اعتماد متبادل کے نئے مرحلے میں داخل ہوگا۔ دستاویز کے مطابق 2030 تک قابل تجدید توانائی کی مجموعی کھپت تقریباً 1.8 ارب ٹن معیاری کوئلے کے مساوی تک پہنچنے کی توقع ہے۔ 2030 تک قابل تجدید ذرائع سے بجلی پیدا کرنے کی مجموعی نصب شدہ صلاحیت تقریباً 5.3 ارب کلوواٹ تک پہنچنے کا امکان ہے جبکہ بجلی کی سالانہ پیداوار تقریباً 60 کھرب کلوواٹ آور ہوگی۔ ہوا اور شمسی توانائی سے بجلی پیدا کرنے کی مشترکہ نصب شدہ صلاحیت 8.2 ارب کلوواٹ سے تجاوز کر جائے گی جبکہ ان دونوں ذرائع سے بجلی کی سالانہ پیداوار 40 کھرب کلوواٹ آور سے زیادہ ہونے کی توقع ہے۔ دستاویز کے مطابق قابل تجدید توانائی سے مراد وہ توانائی ہے جو قدرتی عمل کے ذریعے نسبتاً کم مدت میں مسلسل دوبارہ پیدا اور بحال ہوتی رہتی ہے۔ اس میں پن بجلی، ہوا سے حاصل ہونے والی توانائی، شمسی توانائی، حیاتیاتی توانائی، ارضی حرارت سے حاصل ہونے والی توانائی اور سمندری توانائی شامل ہیں۔

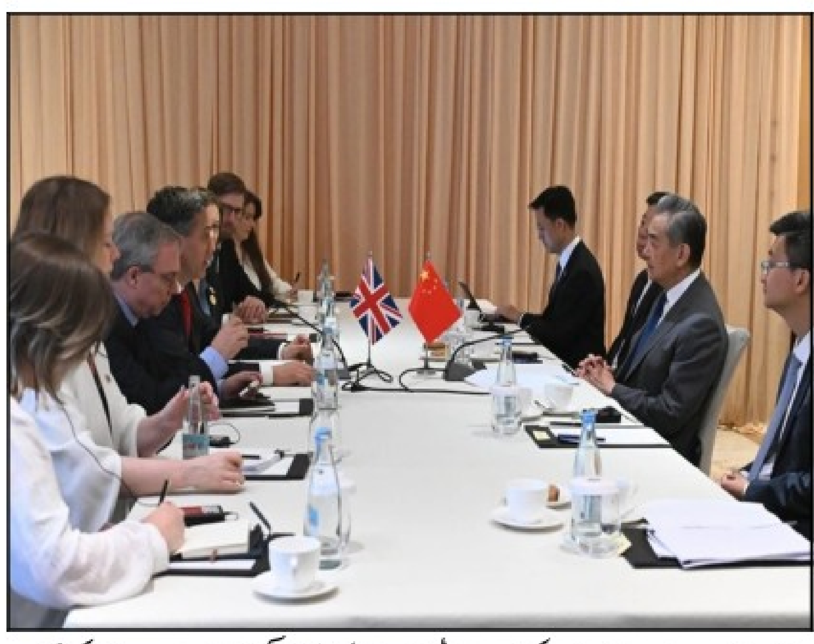

چین کے وزیر خارجہ وانگ یی، جو کمیونسٹ پارٹی آف چائنہ کی مرکزی کمیٹی کے سیاسی بیورو کے رکن بھی ہیں، فلپائن کے دارالحکومت منیلا میں برطانیہ کے وزیر خارجہ ایڈملی بینڈ سے ملاقات کر رہے ہیں۔ (شِنہوا)

یمن کے حوثی گروہ کا بحیرہ احمر میں دو سعودی تیل بردار جہازوں پر حملے کا دعویٰ

صنعا (شِنہوا) یمن کے حوثی گروہ نے جمعرات کے روز دعویٰ کیا ہے کہ اس نے بحیرہ احمر میں دو سعودی تیل بردار جہازوں کے خلاف ایک فوجی کارروائی کی ہے کیونکہ انہوں نے گروہ کی جانب سے حال ہی میں عائد کی گئی بحری پابندیوں کی خلاف ورزی کی تھی۔ حوثی فوجی ترجمان یحییٰ سریع نے حوثیوں کے المسیرہ ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والے ایک بیان میں کہا کہ حوثی افواج نے انسلیا اور لیلیٰ نامی تیل بردار جہازوں کو "بیلسٹک و کروز میزائلوں اور ڈرونز" سے نشانہ بنایا۔ یحییٰ سریع کا کہنا تھا کہ ان جہازوں کو سعودی بندرگاہوں کی طرف جانے والے بحری جہازوں پر حوثی مسلح افواج کی عائد کردہ پابندی کی خلاف ورزی کرنے پر نشانہ بنایا گیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان حملوں سے دونوں آئل ٹینکرز میں آگ بھڑک اٹھی اور اہداف کامیابی سے حاصل کر لیے گئے۔ بیان میں نہ واقعے کے مقام کی نشاندہی کی گئی اور نہ ہی مبینہ نقصان کا کوئی ثبوت فراہم کیا گیا، جبکہ اس میں کسی جانی نقصان کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا گیا۔ ان دعوؤں کی آزادانہ طور پر تصدیق نہیں ہو سکی اور سعودی حکام کی جانب سے بھی اس پر فوری طور پر کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔

کمشنر لاہور ڈویژن نعمان یوسف علی الصبح سے جاری بارش کے باعث واسا کیمپس کا دورہ اور نکاسی آب آپریشنز کا جائزہ لے رہے ہیں

کمشنر لاہور نعمان یوسف کا علی الصبح سے جاری بارش سپیل کیلئے نکاسی آب آپریشن کا جائزہ دورہ

کمشنر لاہور ڈویژن نعمان یوسف کا مزنگ۔قرطبہ۔گنگارام ہسپتال روڈ۔فیصل چوک۔جی پی او چوک کا دورہ

ہر پوائنٹ پر ایمرجنسی ٹیمیں موجود۔پانڈنگ نہیں ہے۔کمشنر لاہور نعمان یوسف

انتظامیہ فیلڈ میں ہے۔نکاسی آب آپریشن کے بعد صفائی آپریشن بھی کیا جائے گا۔کمشنر لاہور کی ہدایت

لاہور (خبر نگار) کمشنر لاہور ڈویژن نعمان یوسف نے علی الصبح سے جاری بارش کے حوالے نکاسی آب آپریشن جائزہ لینے کے لیے شہر کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ کمشنر لاہور نے مزنگ، قرطبہ، گنگارام ہسپتال روڈ، فیصل چوک اور جی پی او چوک کا دورہ کیا۔ کمشنر لاہور نے واسا کیمپس کا دورہ کیا اور انتظامات کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے کمشنر لاہور نعمان یوسف نے کہا ہے کہ صبح ساڑھے چار بجے سے شہر میں ہلکی بارش جاری ہے، بارش کے دوران متواتر نکاسی عمل بھی جاری ہے۔ انہوں نے کہا کہ بارش کے دوران متواتر آپریشن جاری رہنے سے شہر پانڈنگ سے کلیر ہے، ہر پوائنٹ پر ایمرجنسی ٹیمیں موجود ہے پانڈنگ نہیں ہے۔ کمشنر لاہور نے کہا کہ وہ انتظامیہ فیلڈ میں ہے نکاسی آب آپریشن کے بعد صفائی آپریشن بھی کیا جائے گا۔ واسا کے کیمپس اور ڈسپوزل اسٹیشنز پوری صلاحیت سے فعال ہیں، مزید بارش کی صورت میں ٹیمیں ایریاز میں بروقت ردعمل دینے کیلئے موجود ہیں۔

چین کی جنوب مغربی چھونگ چھنگ بلدیہ کے چھونگ چھنگ چڑیا گھر میں ایک دیوہیکل پانڈا گرمی سے بچنے کے لئے تالاب میں بیٹھا ہے۔ (شِنہوا)

این اے 120۔پی پی 154 میں تقریب کا انعقاد، سپیکر قومی اسمبلی ایاز صادق، ایم پی اے ملک غلام حبیب کی شرکت

کچھ منصوبوں پر ابھی کام جاری ہے انشاء اللہ یہ جلد مکمل ہو جائیں گے

لاہور (محمد اسلم ابراہیم) این اے 120۔پی پی 154 میں تقریب کا انعقاد سردار ایاز صادق سپیکر قومی اسمبلی۔ایم پی اے ملک غلام حبیب اعوان کے حلقہ میں ترقیاتی منصوبوں کے تحت گلیاں پی سی سی گاؤں میں کروائی گئی اور گاؤں کو نے جانے والے روڈ کارپیٹ بنوائے گئے جس میں کروڑوں کے فنڈز عوام پر خرچ کئے گئے اس فنڈز کے تحت سوریج بھی ڈلوائی گئی جس میں ملک غلام حبیب اعوان کی خصوصی کاوشوں سے فنڈز سپیکر قومی اسمبلی کے حلقہ میں لگائے گے اور اب بھی منصوبوں میں کچھ مکمل تیار ہو گئے ہیں کچھ منصوبوں پر ابھی کام جاری ہے انشاء اللہ یہ جلد مکمل ہو جائے گئے اور ہم اہل علاقہ جن میں سپیکر قومی اسمبلی۔اور ایم پی اے کا شکریہ ملک حیدر۔چوہدری صابر نمبردار وارث نمبردار۔اس محمد نمبردار۔صدیق نمبردار۔باؤں نمبردار۔اکبر نمبردار۔چوہدری شہاب الدین۔چوہدری عارف جٹ۔شفقت بٹ۔عباس جٹ۔ملک جمیل شبیر آعوان علاقہ معززین نے شکریہ ادا کیا

صوبائی وزیر و چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے ڈیزاسٹر مینجمنٹ خواجہ سلمان رفیق کا پی ڈی ایم اے ہیڈ آفس میں صوبائی ایمرجنسی سنٹر کا دورہ

لاہور (خبر نگار) صوبائی وزیر و چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے ڈیزاسٹر مینجمنٹ خواجہ سلمان رفیق نے پی ڈی ایم اے ہیڈ آفس میں صوبائی ایمرجنسی سنٹر کا دورہ کیا۔ اس موقع پر ایڈیشنل ڈی جی مظاہر امین وٹو نے صوبائی وزیر کو مون سون سیزن دوریاؤں میں پانی کے بہاؤ سے متعلق تازہ معلومات فراہم کیں۔ صوبائی وزیر صحت و چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے ڈیزاسٹر مینجمنٹ خواجہ سلمان رفیق نے اس موقع پر کہا کہ وزیر اعلی پنجاب کے ویژن کے تحت پنجاب کو فلڈ ریزیلینٹ بنانے کیلئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ ریسکیو کو اس حوالہ سے اربوں روپوں کی لاگت کے جدید آلات سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ پری ڈیزاسٹر اور پوسٹ ڈیزاسٹر میکانزم کو موثر بنایا جا رہا ہے۔ اقدامات سیلاب اور آبی خطرات سے بچاؤ کے لئے موثر ثابت ہوں گے

پولیس لائنز قلعہ گجر سنگھ لاہور میں روزانہ کی بنیاد پر تربیتی لیکچرز کا انعقاد

لاہور (کرائم رپورٹر) حکومت پنجاب کے ویژن کے مطابق پولیس اور عوام کے درمیان اعتماد کی فضا قائم کرنے اور عوام دوست پولیسنگ کو فروغ دینے کے لیے ڈسٹرکٹ پولیس لائنز قلعہ گجر سنگھ لاہور میں روزانہ کی بنیاد پر تربیتی لیکچرز کا انعقاد جاری ہے۔ ڈی آئی جی آپریشنز لاہور محمد فیصل کامران کی ہدایت پر منعقدہ تربیتی سیشن میں ایس پی اے آر ایف محمد وارث نے پولیس افسران اور جوانوں کو بہتر رویہ، کمیونٹی پولیسنگ، پبلک سروس ڈیلیوری، اسٹریس مینجمنٹ، عوام سے حسن سلوک اور تھانہ کلچر میں مثبت تبدیلی کے حوالے سے تفصیلی بریفنگ دی۔ ایس پی محمد وارث نے کہا کہ معاشرتی ذمہ داری کو فروغ دینے میں بہتر رویہ کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ انہوں نے افسران اور اہلکاروں پر زور دیا کہ وہ عوام سے خوش اخلاقی، برداشت اور احترام کے ساتھ پیش آئیں اور ہر شہری کو بہترین خدمات کی فراہمی کو اپنی اولین ترجیح بنائیں۔ انہوں نے مزید ہدایت کی کہ تمام افسران اپنے ماتحت عملے کو عوام سے خوش اخلاقی اور کمیونٹی پولیسنگ کے اصولوں پر عملدرآمد کا پابند بنائیں تا کہ پولیس اور شہریوں کے درمیان باہمی اعتماد مزید مضبوط ہو۔ اس موقع پر ایس پی ہیڈ کوارٹرز منزہ کرامت نے بتایا کہ پولیس لائنز اسکول میں دوران کورسز بھی پولیس افسران اور جوانوں کو پبلک سروس ڈیلیوری، عوام سے بہتر رویے اور پیشہ ورانہ اخلاقیات کے حوالے سے باقاعدگی سے لیکچرز دیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت پنجاب کے احکامات پر من وعن عملدرآمد کو یقینی بنایا جا رہا ہے تا کہ عوام دوست اور پیشہ ور پولیسنگ کے فروغ کا مقصد حاصل کیا جا سکے۔

اسسٹنٹ کمشنر پسرور ثنا شرافت نے نالہ ڈیک کے گڑر بریار برج اور موضع اُدھو فتاح برج کا دورہ کیا

سیالکوٹ (خواجہ عامر جاوید سے) اسسٹنٹ کمشنر پسرور ثنا شرافت نے نالہ ڈیک کے گڑر بریار برج اور موضع اُدھو فتاح برج کا دورہ کیا اور جاری حفاظتی و بحالی کے کاموں کا جائزہ لیا۔ دورے کے دوران بتایا گیا کہ دونوں مقامات پر بھاری مشینری کے ذریعے مرمتی کام تیزی سے جاری ہے، جبکہ موضع اُدھو فتاح برج پر کام آخری مراحل میں داخل ہو چکا ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر نے متعلقہ اداروں کو ہدایت کی کہ کام جلد از جلد مکمل کر کے حفاظتی انتظامات کو ہر صورت یقینی بنایا جائے تا کہ مقامی آبادی کو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اسسٹنٹ کمشنر پسرور ثنا شرافت نے شہر کے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے نکاسئ آب کی صورتحال کا جائزہ لیا

سیالکوٹ (خواجہ عامر جاوید سے) حالیہ موسلا دھار بارشوں کے پیش نظر اسسٹنٹ کمشنر پسرور ثنا شرافت نے شہر کے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے نکاسئ آب کی صورتحال کا جائزہ لیا۔ جہاں بارش کے پانی کے باعث آمدورفت میں رکاوٹ کا خدشہ تھا، وہاں شہریوں کی حفاظت کے لیے فوری طور پر بیریئرز نصب کروائے گئے۔ اس موقع پر انہوں نے متعلقہ محکموں کو ہدایت کی کہ نکاسئ آب کا عمل موثر رکھا جائے اور بارش کے دوران فیلڈ میں موجود رہتے ہوئے کسی بھی ہنگامی صورتحال سے بروقت نمٹا جائے۔ انہوں نے شہریوں سے بھی اپیل کی کہ زیرِ آب سڑکوں اور نشیبی علاقوں میں جانے سے گریز کریں۔

لاہور جشن آزادی کے رنگوں میں سجے گا، لبرٹی چوک اور مینار پاکستان پر شاندار آتش بازی ہوگی۔ایم ڈی زاہد پرویز وڑائچ

لاہور (صابر غوری) ہارٹی کلچر ایجنسی (پی ایچ اے) لاہور کے مینجنگ ڈائریکٹر زاہد پرویز وڑائچ کی زیر صدارت جشن آزادی 2026 کی تقریبات کے انتظامات کے حوالے سے ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں آزادی کی تقریبات کو بھرپور قومی جذبے اور شایانِ شان انداز میں منانے کے لیے مختلف انتظامات کا جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں ایڈیشنل مینجنگ ڈائریکٹرز تسلیم اختر راؤ اور سونیا کلیم، ڈائریکٹر مارکیٹنگ نعیم افضل، ڈائریکٹر فنانس احمد سعید منج سمیت ہارٹیکلچر ڈائریکٹرز اور دیگر متعلقہ افسران نے شرکت کی۔ اس موقع پر ایم ڈی پی ایچ اے زاہد پرویز وڑائچ نے ہدایت کی کہ جشن آزادی کی تمام تقریبات قومی جذبے، بھرپور جوش و خروش اور بہترین انتظامات کے ساتھ منعقد کی جائیں۔ جشن آزادی کے موقع پر لبرٹی چوک اور مینار پاکستان پر شاندار آتش بازی کا اہتمام کیا جائے گا، جبکہ جیلانی پارک میں قومی پرچم کشائی کی مرکزی تقریب منعقد ہوگی۔ ایم ڈی پی ایچ اے نے مزید بتایا کہ شہر کی اہم سرکاری و تاریخی عمارتوں، شاہراہوں اور چوکوں کو خوبصورت چراغاں اور خصوصی سجاوٹ سے آراستہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ پی ایچ اے کے آٹھوں زونز میں شہریوں میں مفت پودے تقسیم کیے جائیں گے تا کہ شجرکاری کے فروغ کے ساتھ یوم آزادی کو ماحول دوست انداز میں بھی منایا جا سکے اور گریٹر اقبال پارک نیشنل ہسٹری میوزیم میں بھی جشن آزادی کے حوالے سے مختلف ثقافتی، تعلیمی اور تفریحی تقریبات کا انعقاد کیا جائے گا۔

سی سی پی او لاہور بلال صدیق کمیانہ کی زیر صدارت پولیس لائنز میں اردل روم کا انعقاد کیا گیا

لاہور (کرائم رپورٹر) سی سی پی او لاہور بلال صدیق کمیانہ کی زیر صدارت پولیس لائنز میں اردل روم کا انعقاد کیا گیا، جس میں آپریشنز، انویسٹی گیشن اور ٹریفک پولیس سمیت مختلف ونگز سے تعلق رکھنے والے پولیس ملازمین پیش ہوئے۔ سی سی پی او نے بتایا کہ رواں سال مجموعی طور پر 437 پولیس ملازمین کی اپیلوں پر سماعت کی گئی۔ معمولی نوعیت کی کوتاہیوں پر 258 ملازمین کو وارننگ دی گئی، جبکہ 108 اپیلیں مسترد کر دی گئیں۔ اسی دوران 71 پولیس ملازمین کی اپیلیں منظور کرتے ہوئے انہیں ملازمت پر بحال کر دیا گیا۔ بلال صدیق کمیانہ نے کہا کہ اردل روم کا مقصد پولیس فورس میں شفافیت، احتساب اور میرٹ کو یقینی بنانا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ شخصی شنوائی کے عمل سے سفارش کلچر کا خاتمہ اور میرٹ کے فروغ کو تقویت مل رہی ہے۔ سی سی پی او نے دوٹوک انداز میں کہا کہ کرپشن اور اختیارات سے تجاوز پر زیرو ٹالرنس کی پالیسی برقرار رہے گی اور کسی بھی خلاف ورزی کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے تمام ڈویژنل ایس پیز کو ہدایت کی کہ وہ باقاعدگی سے اردل روم منعقد کریں اور ماتحت عملے کی عزتِ نفس کا ہر صورت خیال رکھا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ پولیس ملازمین دیانتداری، لگن اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں اور عوامی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔ سی سی پی او نے اس عزم کا اظہار کیا کہ میرٹ، انصاف اور احتساب پر مبنی نظام ہی ایک پیشہ ور اور عوام دوست پولیس فورس کی بنیاد ہے۔

فوڈ سیفٹی کے تمام ڈیجیٹل پورٹلز اور ایپس کو ایک سنگل ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر منتقل کرنے کا فیصلہ

پنجاب منڈی ایپ کے ذریعے اشیائے خورونوش کی قیمتوں اور طلب و رسد کی 7/24 نگرانی جاری ہے-ڈاکٹر کرن خورشید

لاہور (صابر غوری) فوڈ سیفٹی ڈیپارٹمنٹ نے عوام کی سہولت اور صوبے میں معیاری و سستی اشیائے خورونوش کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے محکمہ کے مختلف پورٹلز اور ایپس کو ایک مرکزی سنگل ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر منتقل کر رہا ہے۔ اس اہم فیصلے کی منظوری سیکرٹری فوڈ سیفٹی اینڈ کنزیومر پروٹیکشن ڈاکٹر کرن خورشید کی زیرِ صدارت منعقدہ ایک اجلاس میں دی گئی۔ اجلاس کے دوران ڈاکٹر کرن خورشید نے بتایا کہ اس اقدام کا بنیادی مقصد پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ (PITB) کے تعاون سے فوڈ سیفٹی اینڈ کنزیومر پروٹیکشن کے ڈیش بورڈ کو مزید متحرک، ڈیٹا پر مبنی اور استعمال میں آسان بنانا ہے۔ فوڈ سیفٹی کے اس جدید ڈیش بورڈ کے ذریعے پامرہ، فوڈ ڈائریکٹریٹ، فوڈ اتھارٹی، کین کمشنر، کنزیومر پروٹیکشن کونسلز اور پیام ⁕ کی کارکردگی کی روزانہ کی بنیاد پر ڈیجیٹل مانیٹرنگ کی جا رہی ہے۔ سیکرٹری فوڈ سیفٹی نے بتایا کہ "پنجاب منڈی ایپ" کے ذریعے صوبہ بھر کی تمام منڈیوں میں بنیادی اشیائے خورونوش کی طلب، رسد اور قیمتوں کو چوبیس گھنٹے (7/24) چیک کیا جا رہا ہے اور جدید ڈیجیٹائزڈ سسٹم کے استعمال سے اشیائے ضروریہ کی رسد اور قلت سے متعلق بروقت پیشگی منصوبہ بندی ممکن ہوگئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ فوڈ سیفٹی کے ڈیش بورڈ کو مستقبل میں محکمہ زراعت (ایگریکلچر) کے سے لنک کیا جائے گا جس سے مستقبل میں خوراک کی پیداوار کا بروقت تخمینہ لگانا آسان ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل سسٹم میں جدت لانے سے فوڈ سیفٹی کے مختلف ذیلی اداروں کی کارکردگی اور فیلڈ سرگرمیوں کی مسلسل جیو ٹیگنگ (Geo-tagging) کے ذریعے مانیٹرنگ کی جا رہی ہے، جس سے انتظامی عمل میں شفافیت اور تیزی آئی ہے

موٹر سائیکل۔سلپ۔ہونے کے نتیجے میں دو سگے بھائی جاں بحق ہو گئے

لاہور (کرائم رپورٹر) کاہنہ کے علاقے میں نجی سوسائٹی کے قریب بارش کے دوران موٹر سائیکل۔سلپ۔ہونے کے نتیجے میں دو سگے بھائی جاں بحق ہو گئے۔ پولیس نے لاشیں مردہ خانے منتقل کر کے قانونی کارروائی کا آغاز کر دیا ریسکیو 1122 ترجمان کے مطابق کاہنہ کے علاقے نجی ہا¶سنگ سوسائٹی کے گیٹ نمبر 2 کے قریب موٹر سائیکل بارش کے دوران بے قابو ہو کر فٹ پاتھ سے ٹکرا گئی جس کے نتیجے میں دونوں نوجوان موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ جاں بحق افراد کی شناخت حمزہ ولد عارف (عمر تقریباً 18 سال) اور حسن ولد عارف (عمر تقریباً 16 سال) کے نام سے ہوئی۔ دونوں سگے بھائی سٹی لاہور سے قصور جا رہے تھے۔ اطلاع ملنے پر پولیس نے دونوں لاشیں مردہ خانے منتقل کر کے قانونی کارروائی کا آغاز کر دیا۔ دوسری جانب سی ٹی او لاہور سید عبدالرحیم شرازی نے افسوسناک واقعہ پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا بارش کے دوران موٹر سائیکل انتہائی محتاط انداز میں، مناسب رفتار سے چلائیں۔ اس کے علا¶ہ ہیلمٹ کا لازمی استعمال کریں اور پھسلن والی سڑکوں پر غیر ضروری اوور اسپیڈنگ اور خطرناک اوور ٹیکنگ سے گریز کریں،

لاہور سمیت صوبہ بھر کے تمام چیف ٹریفک افسران کو الرٹ رہنے کی ہدایت

لاہور (کرائم رپورٹر) مون سون بارشوں کے سلسلے کے پیش نظر ڈی آئی جی ٹریفک پنجاب محمد وقاص نذیر نے لاہور سمیت صوبہ بھر کے تمام چیف ٹریفک افسران (سی ٹی اوز) اور ڈسٹرکٹ ٹریفک افسران (ڈی ٹی اوز) کو ہائی الرٹ رہنے کی ہدایت جاری کر دی ہے۔ ترجمان ٹریفک پولیس کے مطابق ڈی آئی جی ٹریفک نے ہدایت کی ہے کہ شدید بارشوں کے دوران ٹریفک کی روانی ہر صورت برقرار رکھی جائے اور ضلعی انتظامیہ سمیت واسا، ریسکیو 1122 اور دیگر متعلقہ اداروں کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا جائے تا کہ کسی بھی ہنگامی صورتحال سے بروقت نمٹا جا سکے۔ محمد وقاص نذیر نے کہا کہ نشیبی علاقوں، انڈر پاسز اور بارش سے متاثرہ مقامات پر ٹریفک اہلکار خصوصی طور پر الرٹ رہیں، جبکہ بند راستوں اور متبادل روٹس سے متعلق شہریوں کو بروقت آگاہ کیا جائے۔ انہوں نے ہدایت کی کہ جہاں پانی جمع ہو وہاں فوری طور پر بیریئرز، وارننگ سائنز اور ٹریفک ڈائیورشن کا انتظام یقینی بنایا جائے اور مرکزی شاہراہوں سمیت داخلی و خارجی راستوں پر ٹریفک کی روانی برقرار رکھنے کے لیے تمام دستیاب وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعلی پنجاب کی ہدایات کے مطابق شہریوں کے سفر کو محفوظ بنانے کے لیے تمام فیلڈ افسران خود نگرانی کریں، جبکہ لفٹر اور بریک ڈا¶ن سروسز کو بھی مکمل طور پر فعال رکھا جائے تا کہ خراب گاڑیوں کو فوری ہٹایا جا سکے اور ٹریفک کی روانی متاثر نہ ہو۔ ڈی آئی جی ٹریفک پنجاب نے مزید ہدایت کی کہ ایمرجنسی صورتحال میں ٹریفک ریسپانس ٹیمیں ہر وقت تیار رہیں اور امدادی ٹیموں، ایمبولینسوں اور دیگر ایمرجنسی گاڑیوں کے لیے راستے ہر صورت کھلے رکھے جائیں۔ انہوں نے فیلڈ سٹاف کو چھتری اور برساتی کے استعمال کے ذریعے اپنی حفاظت یقینی بنانے کی بھی ہدایت کی۔ محمد وقاص نذیر نے شہریوں سے اپیل کی کہ مسلسل بارشوں کے دوران غیر ضروری سفر سے گریز کریں، بجلی کی تاروں اور کھمبوں سے دور رہیں اور ٹریفک پولیس کی ہدایات پر عمل کریں تا کہ کسی بھی ناخوشگوار واقعے سے بچا جا سکے۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ٹریفک پولیس شہریوں کے جان و مال کے تحفظ اور ٹریفک کی بلاتعطل روانی برقرار رکھنے کے لیے تمام دستیاب وسائل اور افرادی قوت کو بروئے کار لا رہی ہے۔

لاہور سے شیر کا بچہ اور وائلڈ لائف ٹرافیاں بازیاب نیز غیر قانونی شکار، تجارت اور قبضہ پر 11 ملزمان گرفتار

کارروائیوں میں کالا ہرن، چنکارہ، اڑیال اور مور کی حنوط شدہ ٹرافیاں برآمد، 10 ملزمان کو ساڑھے پانچ لاکھ سے زائد جرمانہ

لاہور (خبر نگار) سینئر وزیر مریم اورنگ زیب کی ہدایت پر جنگلی حیات کے غیر قانونی شکار، تجارت اور قبضہ کی روک تھام کیلئے صوبہ بھر میں محکمہ جنگلی حیات کا شدید ترین کریک ڈاؤن جاری ہے اور جس کے نتیجے میں لاہور شہر سے ایک زندہ شیر کا بچہ اور جنگلی جانوروں کی 7 حنوط شدہ ٹرافیاں برآمد، 10 ملزمان کو 5 لاکھ 60 ہزار روپے تحکمانہ معاوضہ کی مد میں جرمانہ ایک کیخلاف باقاعدہ ایف آئی آر درج۔ تفصیل کے مطابق لاہور شہر سے شیر کے ننھے بچے کی ویڈیو وائرل ہونے پر ایڈیشنل چیف وائلڈ لائف رینجر سنٹرل زون مدثر حسن اور ڈپٹی چیف وائلڈ لائف رینجر لاہور ریجن تحی محمد جوئیہ کی ہدایت پر اسسٹنٹ چیف وائلڈ لائف رینجر لاہور محمد وسیم نے مکمل تحقیقات اور تلاش کر کے عدالت سے سرچ وارنٹ کے بعد مقامی پولیس کے تعاون سے بیدیاں روڈ پر چھاپہ مار کر ایک زندہ شیر کا بچہ، 3 چنکارہ، ایک اڑیال، ایک کالا ہرن اور ایک سفید مور کی حنوط شدہ ٹرافیاں برآمد کر کے ملزم کو گرفتار کر لیا اور ملزم کیخلاف مقامی تھانہ میں ایف آئی آر درج کرا دی۔ اسی طرح کی چند دیگر کامیاب کارروائیوں کے دوران اسسٹنٹ چیف وائلڈ لائف رینجر چکوال، تلہ گنگ مرزا عابد حسین نے وائلڈ لائف رینجرز سالٹ رینج کے ہمراہ جنگلی سور، گیدڑ، خرگوش کے کتوں کیساتھ غیر قانونی شکار کالے تیتر، بٹیر کی نیٹنگ، قبضہ اور مور کی غیر قانونی ٹرافی رکھنے پر 6 ملزمان کو گرفتار کر کے انہیں 2 لاکھ 55 ہزار روپے تحکمانہ معاوضہ کی مد میں جرمانہ وصول کر کے کیس نمٹا دیئے۔ ایسے ہی اسسٹنٹ چیف وائلڈ لائف رینجر لودھراں محمد سمیع اللہ نے جنگلی پرندوں کے غیر قانونی شکار اور سوشل میڈیا پر آن لائن تجارت کی پاداش میں 3 ملزمان کو گرفتار کر کے 2 لاکھ 85 ہزار روپے تحکمانہ معاوضہ کی مد میں جرمانہ کر کے کیس نمٹا دیئے۔ ایسی ہی ایک مزید کارروائی میں اسسٹنٹ چیف وائلڈ لائف رینجر راجن پور صائمہ محسن نے ایئر گن کے ساتھ فاختہ کا غیر قانونی شکار کرنے ایک ملزم کو 20 ہزار روپے جرمانہ کیا۔

ای لائبریری اینڈ برتھ سینٹر سرگودھا اور محکمہ امور نوجوانان و کھیل سرگودھا کے اشتراک سے تربیتی سیشن منعقد کیا گیا

مؤثر ابلاغ، خود اعتمادی میں اضافہ، اور ذہنی دباؤ سے نمٹنے کے عملی طریقوں پر نہایت معلوماتی، مؤثر اور حوصلہ افزا گفتگو کی گئی

سرگودھا (ڈسٹرکٹ رپورٹر سے) ای لائبریری اینڈ برتھ سینٹر سرگودھا اور محکمہ امور نوجوانان و کھیل سرگودھا کے اشتراک سے اسکلز اور اسٹریس مینجمنٹ کے موضوع پر ایک تربیتی سیشن منعقد کیا گیا۔ جس کی مہمانِ خصوصی مس ہما جاوید گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد تھیں، جنہوں نے مؤثر ابلاغ، خود اعتمادی میں اضافہ، اور ذہنی دباؤ سے نمٹنے کے عملی طریقوں پر نہایت معلوماتی، مؤثر اور حوصلہ افزا گفتگو کی۔ انہوں نے شرکاء کو اپنی باہمی رابطے کی صلاحیتوں کو بہتر بنانے، ذہنی و جذباتی صحت کو برقرار رکھنے، اور ذاتی و پیشہ ورانہ زندگی میں کامیابی کے لیے مثبت سوچ اپنانے کی ترغیب دی۔ اس موقع پر ڈویژنل سپورٹس آفیسر رانا ندیم انجم خان ڈسٹرکٹ سپورٹس آفیسر میڈم صائمہ منظور، ای لائبریری انچارج تیمور حسین بلوچ چیئرمین ڈسٹرکٹ کوارڈینیشن کونسل اف این جی اوز عبدالمنان چوہدری اور عظمت اقبال تحصیل سپورٹس آفیسر نے نوجوانوں کو ضروری زندگی کی مہارتوں سے آراستہ کرنے، ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے، اور ایک صحت مند، مثبت اور باصلاحیت معاشرے کے فروغ کے لیے اپنے عزم پر قائم ہیں۔

بعدالت جناب مہر احسن شہزاد ہرل صاحب تحصیلدار / ریونیو آفیسر حلقہ تحصیل آفس بھلوال

درخواست تصدیق وراثت انتقال موضع سالم

متوفی: محمد اعظم ولد مہر دین

وارثان: مہر دین والد، حلیمہ والدہ پہلے فوت شدہ

زندہ: شہزاد حسین، طالب حسین، خالد محمود پسران، رسولاں بی بی، ثمینہ دختران متوفی ہیں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی حق وراثت رکھتا ہے۔ تو سات یوم کے اندر زیر دستخطی کے روبرو پیش ہو کر وضاحت کرے۔ بصورت دیگر انتقال وراثت تصدیق کر دیا جائے گا۔ بعد میں کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ دستخط مجاز و مہر عدالت سے جاری ہوا۔

بعدالت جناب قیصر عباس جسپال صاحب نائب تحصیلدار / ریونیو آفیسر حلقہ تحصیل آفس بھلوال

درخواست تصدیق وراثت انتقال موضع چک نمبر 6 ایم ایل

متوفی: مظہر اقبال ولد منظور احمد

وارثان: منظور احمد والد، خاتون بی بی والدہ پہلے سے فوت شدہ

زندہ: فرزانہ مظہر بیوہ، حمزہ منظور پسر، مہوش بلال دختر متوفی ہیں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی حق وراثت رکھتا ہے۔ تو سات یوم کے اندر زیر دستخطی کے روبرو پیش ہو کر وضاحت کرے۔ بصورت دیگر انتقال وراثت تصدیق کر دیا جائے گا۔ بعد میں کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ دستخط مجاز و مہر عدالت سے جاری ہوا۔

بعدالت جناب قیصر عباس جسپال صاحب نائب تحصیلدار / ریونیو آفیسر حلقہ تحصیل آفس بھلوال

درخواست تصدیق وراثت انتقال موضع منڈی بھلروان

متوفی: عبدالرحمن ولد اعظم علی

وارثان: اعظم علی والد، اللہ دی والدہ، اکبری بیگم زوجہ متوفی پہلے فوت شدہ

زندہ: کنور عتیق الرحمن، کنور شفیق الرحمن، راؤ مطیع الرحمن پسران صفیہ رحمن عرف سلطانہ، فرزانہ کنور، ریحانہ خالد، فرخندہ کنور، صائمہ عمر، ثمینہ، ماریہ رحمن دختران متوفی ہیں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی حق وراثت رکھتا ہے۔ تو سات یوم کے اندر زیر دستخطی کے روبرو پیش ہو کر وضاحت کرے۔ بصورت دیگر انتقال وراثت تصدیق کر دیا جائے گا۔ بعد میں کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ دستخط مجاز و مہر عدالت سے جاری ہوا۔

نمازوں کے اوقات

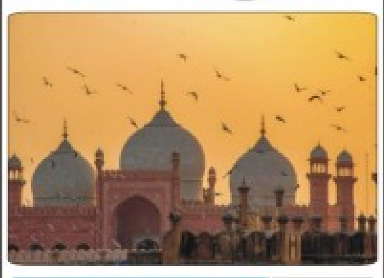

صبح صادق	3:20
فجر	4:00
ظہر	1:30
عصر	5:30
مغرب	غروب آفتاب
عشاء	9:15

فقہ جعفریہ
فجر طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل، ظہرین 1:30 جبکہ مغرب غروب آفتاب کے 10 منٹ بعد

ایمرجنسی نمبرز

پولیس ایمرجنسی	15
آئی جی شکایت سیل	8787
ریلوے انکوائری	117
پی آئی اے	114

ہسپتالوں کے نمبرز

جناح ہسپتال	111-809-809
سروسز ہسپتال لاہور	99203407-25
میو ہسپتال لاہور	9921110-6
جنرل ہسپتال لاہور	99284092-8
پی آئی سی لاہور	111-786-786

شہریوں کے جان و مال کا تحفظ اولین ترجیح ہے: چیف آفیسر فیصل آباد

تمام دستیاب وسائل بروئے کار لائے جا رہے ہیں شہر میں ٹریفک قوانین پر موثر عملدرآمد، ٹریفک کی روانی میں بہتری بنیادی عمل ہے

برسات اللہ تعالیٰ کی رحمت مگر احتیاط زندگی کی ضمانت ہے: محمد خالد وسیم ایڈووکیٹ

بارشوں کے دوران نہروں ندی نالوں اور بجلی کے کھمبوں سے دور رہیں شہریوں سے اپیل

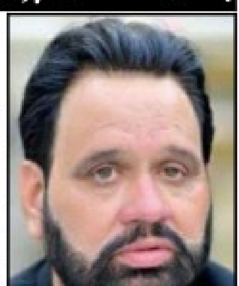

موسم برسات میں شہری و ڈرائیورز خصوصی احتیاطی تدابیر اختیار کریں، چوہدری واجد علی

بجلی کی تنصیبات و کھمبوں وغیرہ سے دور رہیں۔ چوہدری علی واجد

بارش کا پانی جمع ہونے سے شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا

کہا ہے کہ ہر سال بارشوں کے دوران یہی صورتحال پیدا ہوتی ہے، مگر مستقل بنیادوں پر نکاسی آب کا مسئلہ حل نہیں کیا جاسکا۔ شہریوں نے وزیراعلیٰ پنجاب اور وزیر بلدیات سے فوری نوٹس لینے، متاثرہ علاقوں سے بارشی پانی کی نکاسی اور نکاسی آب کے مستقل انتظامات یقینی بنانے کا مطالبہ کیا ہے

مسلسل بارشوں کے باعث مستحقین کی اعانت کرتے انکا خیال رکھنا چاہیے: بیرسٹر ابوبکر اطہر بھٹی

قدرتی آفات میں گھرے لاچار لوگوں کی چارہ گری احسن عمل ہے۔ معروف ایکسپورٹر

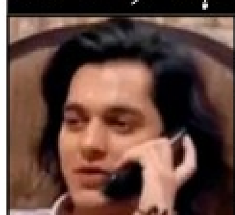

اوکاڑہ پولیس کی فلڈ ایڈوائزری

احتیاط ہی بہترین تحفظ ہے

ڈی پی او اوکاڑہ ڈاکٹر اسد اعجاز ملہی نے تھانہ کینٹ میں کھلی کچہری کا انعقاد کیا

اوکاڑہ (راؤ اکرام ربانی/قوت) ڈی پی او اوکاڑہ ڈاکٹر اسد اعجاز ملہی نے تھانہ کینٹ میں کھلی کچہری کا انعقاد کیا۔ کچہری میں شہریوں کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ شہریوں نے اپنے مسائل اور شکایات براہ راست ڈی پی او کے سامنے پیش کیں۔ ڈی پی او ڈاکٹر اسد اعجاز ملہی نے تمام شکایات کو غور سے سنا اور قانونی حل کے لیے موقع پر ہی متعلقہ افسران کو احکامات جاری قانون کے مطابق فوری کارروائی کرتے ہوئے انہیں ہر ممکن ریلیف فراہم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ شہریوں کے جان و مال کا تحفظ اور فوری انصاف پولیس کی اولین ترجیح ہے قانون کی عملداری اور شکایات کا بروقت ازالہ ہر صورت یقینی بنایا جائے گا۔ کھلی کچہری میں ڈی ایس پی صدر سرکل زاہد شاہ اور ایس ایچ او تھانہ کینٹ خالد محمود سمیت دیگر پولیس افسران بھی موجود تھے۔

سیلابی صورتحال کے پیش نظر انتظامیہ الرٹ ہے: ڈپٹی کمشنر حافظ آباد

کسی بھی ہنگامی یا سیلابی صورتحال سے بروقت نمٹنے کے لیے 9 فلڈ ریلیف کیمپ اور 18 بوٹنگ پوائنٹ قائم کر دیے گئے

عبدالرزاق کا کہنا ہے کہ دریائے چناب میں سیلابی صورتحال کے پیش نظر ضلعی انتظامیہ اور دیگر تمام محکمے مکمل طور پر ہائی الرٹ ہیں۔ کسی بھی ہنگامی یا سیلابی صورتحال سے بروقت نمٹنے کے لیے 9 فلڈ ریلیف کیمپ اور 18 بوٹنگ پوائنٹ قائم کر دیے گئے۔ جہاں تمام متعلقہ محکموں کے اہلکاروں کو تعینات کر دیا ... صورتحال سے کسی بھی قسم کا کوئی خطرہ نہیں۔ انہوں نے ان خیالات کا اظہار دریائے چناب میں سیلابی صورتحال اور مون سون بارشوں کے سلسلہ میں منعقدہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کیا۔ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر ریونیو تنویر یاسین، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر جنرل فضہ ارشد، ایم ڈی واسا بلال فیروز جوئیہ، اسسٹنٹ کمشنر حافظ آباد نرجس ... ریسکیو 1122، محکمہ صحت، لائیوسٹاک، ایجوکیشن، پنجاب ایمرجنسی، میونسپل کمیٹی، ضلع کونسل اور دیگر محکموں کے افسران اجلاس میں شریک تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے تمام محکموں کے افسران کو ہدایت کی کہ مون سون بارشوں اور دریائے چناب میں سیلابی صورتحال کے پیش نظر اپنے محکموں کے انتظامات کو ہر لحاظ ... امدادی سرگرمیاں شروع کی جائیں۔ ڈپٹی کمشنر کا کہنا تھا کہ مون سون بارشوں اور سیلابی صورتحال کے دوران عوام کے جان و مال کے بروقت تحفظ اور ریلیف سرگرمیوں میں کسی قسم کی کوئی تاخیر یا غفلت برداشت نہیں کی جائیگی۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ دریائے چناب میں پانی کی موجودہ صورتحال میں کمی آرہی ہے اور کسی ... جانے والے فلڈ ریلیف کیمپوں اور بوٹنگ پوائنٹس پر متعلقہ محکموں کے اہلکاروں کو تعینات کر کے ادویات، کشتیاں اور دیگر ضروری سامان پہنچا دیا گیا ہے۔ ڈی سی آفس میں قائم مرکزی کنٹرول روم، دریائے چناب میں پانی کی آمد و اخراج اور دیگر اقدامات کو مسلسل مانیٹر کیا جا رہا ہے۔

دریائے راوی میں پانی کا بہاؤ نارمل، سیلاب کا کوئی خطرہ نہیں

ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ کا رات گئے دریائے راوی کا دورہ

اوکاڑہ (راؤ اکرام ربانی/قوت) ڈپٹی کمشنر محمد اکرام ملک نے رات گئے دریائے راوی میں ماڑی پتن کے مقام پر پانی کے بہاؤ کا جائزہ لیا۔ ایکسین ایریگیشن محمد طاہر نے بریفنگ دیتے ہوئے بتایا کہ ہیڈ بلوکی کے مقام پر پانی کا اخراج 34 ہزار کیوسک ہے جبکہ ماڑی پتن پر بہاؤ 11 ہزار کیوسک ریکارڈ کیا گیا۔ دریائے راوی میں سیلابی صورتحال نہیں ہے۔ ڈپٹی کمشنر کو بریفنگ میں بتایا گیا کہ ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے کے لیے 4 فلڈ ریلیف کیمپس قائم کر دیے گئے ہیں۔ اس موقع پر ڈپٹی کمشنر محمد اکرام ملک نے محکمہ ریونیو، ریسکیو 1122، ہیلتھ اور لائیوسٹاک کو مکمل طور پر الرٹ رہنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے کہا کہ دریائے راوی میں ممکنہ سیلاب سے نمٹنے کے لیے کیمپس میں تیاریاں مکمل رکھی جائیں۔ ہنگامی صورتحال سے نبرد آزما ہونے کے لیے تمام محکمے پوری طرح چوکس رہیں اور باہمی کوارڈینیشن کو فروغ دیں۔

ڈپٹی کمشنر بہاول نگر سید محمد عباس شاہ کے اقدامات لائق تحسین ہیں ایم این اے عالم داد لالیکا

ڈپٹی کمشنر سید محمد عباس شاہ نے ڈی سی آفس برانچز اور تحصیلوں میں اہم تبدیلیاں کیں جن کے عوام برسوں سے خواہاں تھے

منڈی صادق گنج (نامہ نگار) ڈپٹی کمشنر بہاولنگر محمد عباس شاہ نے جو ضلع کی بہتری، کرپشن اور تجاوزات کے خاتمے کے لیے اقدامات کر رہے ہیں وہ لائق تحسین ہیں ان خیالات کا اظہار ایم این اے سدا بہار پارلیمنٹیرین میاں عالم داد لالیکا نے اپنی رہائش گاہ پر صحافی رانا ثاقب سلیم سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کہی انہوں نے کہا کہ ڈی سی آفس رجسٹری برانچ اور پٹواریوں کے تبادلے انتظامی طور پر کیے ہیں ان میں کسی بھی طرح سیاسی عمل دخل شامل نہیں ہے اور بطور ایم این اے ہم کسی بھی اس قسم کے انتظامی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے ڈپٹی کمشنر اپنی بہترین اور ایماندار ٹیم کے ذریعے شہریوں کو ریلیف فراہم کریں اور جو کرپٹ عناصر ہیں انکا مکمل محاسبہ کر کے انہیں نشان عبرت بنا دیں کیونکہ ہماری حکومت کا واضح ویژن ہے کہ کرپشن پاک پاکستان ہی خوشحالی کی علامت ہے۔

دریائے راوی میں پانی کی صورتحال کے پیش نظر ضلعی انتظامیہ ہائی الرٹ، ڈپٹی کمشنر ننکانہ صاحب رعنا حمید کا ہیڈ بلوکی، ہفت مدر ریلیف کیمپ اور حفاظتی بندوں کا دورہ

وزیراعلیٰ پنجاب محترمہ مریم نواز شریف کی ہدایات کے مطابق عوام کے جان و مال کا تحفظ ہماری اولین ترجیح ہے

ننکانہ صاحب (چوہدری محمد عرفان گجر) وزیراعلیٰ پنجاب محترمہ مریم نواز شریف کی خصوصی ہدایات کے تحت ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ضلعی انتظامیہ ننکانہ صاحب مکمل طور پر متحرک ہے۔ اسی سلسلہ میں ڈپٹی کمشنر ننکانہ صاحب رعنا حمید نے دریائے راوی میں پانی کی آمد کے پیش نظر ہیڈ بلوکی، ہفت مدر میں قائم ریلیف کیمپ اور ہفت مدر کے حفاظتی بندوں اور پشتوں کا تفصیلی دورہ کیا۔ ہیڈ بلوکی کے دورہ کے دوران محکمہ ایریگیشن کے افسران نے ڈپٹی کمشنر کو دریائے راوی میں پانی کی موجودہ صورتحال، پانی کی آمد و اخراج اور ممکنہ فلڈ صورتحال کے حوالے سے تفصیلی بریفنگ دی۔ ڈپٹی کمشنر نے متعلقہ محکموں کو ہدایت کی کہ پانی کے بہاؤ کی مسلسل نگرانی کی جائے اور کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے تمام وسائل اور مشینری ہر وقت تیار رکھی جائے۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر رعنا حمید نے کہا کہ "وزیراعلیٰ پنجاب محترمہ مریم نواز شریف کی ہدایات کے مطابق عوام کے جان و مال کا تحفظ ہماری اولین ترجیح ہے۔ ضلعی انتظامیہ دریائے راوی کی صورتحال پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہے اور تمام متعلقہ ادارے ہائی الرٹ ہیں۔ بعد ازاں ڈپٹی کمشنر نے ہفت مدر میں قائم ریلیف کیمپ کا دورہ کیا جہاں انہوں نے ممکنہ متاثرین کے لیے فراہم کی گئی سہولیات، پینے کے صاف پانی، خوراک، طبی امداد، رہائش اور دیگر انتظامات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے متعلقہ افسران کو ہدایت کی کہ ریلیف کیمپوں میں تمام ضروری سہولیات کی ہر وقت دستیابی یقینی بنائی جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر شہریوں کو فوری اور مؤثر امداد فراہم کی جاسکے۔ ڈپٹی کمشنر رعنا حمید نے کہا کہ "ممکنہ سیلابی صورتحال کے پیش نظر 06 حساس مقامات پر ریلیف کیمپ قائم کر دیے گئے ہیں۔ اور ریسکیو و ریلیف سرگرمیوں کے لیے تمام انتظامات مکمل ہیں۔ ضلعی انتظامیہ، ریسکیو 1122 اور دیگر ادارے مکمل رابطے میں ہیں اور کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے تیار ہیں۔

منشیات فروشوں اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف گھیرا تنگ، حق دو بھلوال تحریک کے وفد کی ڈی ایس پی بھلوال سے اہم ملاقات

حق دو بھلوال تحریک کے وفد نے پولیس افسران کو اپنے مکمل تعاون کی یقین دہانی کرواتے ہوئے کہا کہ شہر میں امن و امان کے قیام اور جرائم کے خاتمے کے لیے ہر مثبت اقدام کی حمایت کی جائے گی

بھلوال (تحصیل رپورٹر) شہر میں امن و امان کی صورتحال کو مزید بہتر بنانے اور منشیات فروشی سمیت بڑھتے ہوئے جرائم کے خاتمے کے لیے حق دو بھلوال تحریک کے وفد نے ڈی ایس پی بھلوال شاہد عنایت بھٹی سے اہم ملاقات کی۔ وفد کی قیادت چیف آرگنائزر حق دو بھلوال تحریک و صدر پبلک ایڈ کمیٹی جماعت اسلامی بھلوال محمد حفیظ اللہ گوندل نے کی۔ وفد میں سرپرست حق دو بھلوال تحریک و امیر جماعت اسلامی بھلوال ضیاء الرحمن قاسمی، عوامی کمیٹیوں کے صدور ناصر محمود رانجھا، طارق گجر، یحییٰ اللہ منہاس اور مرزا قمر عباس شامل تھے۔ اس موقع پر ایس ایچ او تھانہ سٹی بھلوال حسنات احمد بھی موجود تھے۔ ملاقات کے دوران وفد نے بھلوال میں منشیات فروشی کے بڑھتے ہوئے رجحان، چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم کے واقعات پر عوامی تحفظات سے آگاہ کیا اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف سخت اور بلا امتیاز کارروائی کا مطالبہ کیا۔ وفد نے حالیہ خاتون کے ساتھ پیش آنے والی ڈکیتی کی واردات پر بھی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانے پر زور دیا۔ ڈی ایس پی بھلوال شاہد عنایت بھٹی اور ایس ایچ او سٹی بھلوال حسنات احمد نے وفد کو یقین دہانی کروائی کہ منشیات فروشوں اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف کارروائیوں میں مزید تیزی لائی جائے گی اور ایسے عناصر کے خلاف قانون کے مطابق سخت اقدامات کیے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ شہریوں کا تحفظ پولیس کی اولین ترجیح ہے۔ حق دو بھلوال تحریک کے وفد نے پولیس افسران کو اپنے مکمل تعاون کی یقین دہانی کرواتے ہوئے کہا کہ شہر میں امن و امان کے قیام اور جرائم کے خاتمے کے لیے ہر مثبت اقدام کی حمایت کی جائے گی۔

ضلعی انتظامیہ نے ہڑتال کے دوران کارروائیاں کرتے ہوئے تین پیٹرول پمپس کو سیل کر دیا

پمپ مالکان پر بھاری جرمانے بھی عائد کیے گئے: حکومت کی اولین ترجیح عوام کو پیٹرولیم مصنوعات کی مسلسل فراہمی یقینی بنانا ہے

میاں چنوں (تحصیل رپورٹر) حکومت کی ہدایات پر عوام کو پیٹرولیم مصنوعات کی بلا تعطل فراہمی یقینی بنانے کے لئے ضلعی انتظامیہ نے ہڑتال کے دوران کارروائیاں کرتے ہوئے تین پیٹرول پمپس کو سیل کر دیا، جبکہ پمپ مالکان پر بھاری جرمانے بھی عائد کیے گئے، تفصیلات کے مطابق تحصیل دار رانا عدیل نے پیرا فورس کے ہمراہ مختلف علاقوں میں پیٹرول پمپس کا معائنہ کیا۔ کارروائی کے دوران ہڑتال کے باوجود پیٹرول کی فروخت بند رکھنے پر ٹی چوک گو پمپ، تلمبہ روڈ پی ایس او پمپ اور جی ٹی روڈ سبزی منڈی پمپ کو سیل کر دیا گیا۔ انتظامیہ کے مطابق متعلقہ پمپ مالکان کو سرکاری احکامات کی خلاف ورزی پر بھاری جرمانے بھی کیے گئے۔ تحصیل دار رانا عدیل نے کہا کہ حکومت کی اولین ترجیح عوام کو پیٹرولیم مصنوعات کی مسلسل فراہمی یقینی بنانا ہے، اس لیے کسی کو بھی مصنوعی قلت پیدا کرنے یا شہریوں کو مشکلات سے دوچار کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

ڈپٹی کمشنر کی زیر صدارت اور اربن فلڈنگ کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے اجلاس

ممکنہ سیلاب سے نمٹنے کے لئے ضلعی انتظامیہ، آرمی، ریسکیو، پولیس، واسا، میونسپل کمیٹیز گوجرانوالہ ویسٹ مینجمنٹ کمپنی اور دیگر اداروں نے مشترکہ طور پر اپنی تیاریاں مکمل

منڈی بہاءالدین (محمد یونس گوندل سے) ڈپٹی کمشنر عدیل حیدر کی زیر صدارت مون سون سیزن کی متوقع بارشوں کے بعد دونوں دریاؤں جہلم اور چناب میں پیدا ہونے والی سیلابی صورتحال اور اربن فلڈنگ کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ ممکنہ سیلاب سے نمٹنے کے لئے ضلعی انتظامیہ، آرمی، ریسکیو، پولیس، واسا، میونسپل کمیٹیز گوجرانوالہ ویسٹ مینجمنٹ کمپنی اور دیگر اداروں نے مشترکہ طور پر اپنی تیاریاں مکمل کر لی ہیں اور کسی بھی ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے کیلئے تمام متعلقہ اداروں کو الرٹ کر دیا گیا ہے جبکہ اس حوالے سے تمام متعلقہ محکموں سے مشینری کے فنکشنل ہونے کے سرٹیفکیٹس بھی لے لئے گئے ہیں۔ دریا کے کنارے ملحقہ دیہاتوں میں لوگوں اور مویشیوں کے محفوظ انخلاء کیلئے حکومتی مشینری بھی متحرک ہے۔ ڈپٹی کمشنر عدیل حیدر کا کہنا تھا کہ کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کیلئے تمام محکمے ٹیم ورک کا مظاہرہ کریں اور شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلئے تمام تیاریاں مکمل رکھیں۔ متوقع سیلابی صورتحال کے پیش نظر تمام حفاظتی اقدامات بوٹنگ پوائنٹس، ٹرانسپورٹیشن، ریلیف کیمپس کے قیام، کھانا، میڈیسن، جانوروں کے چارے اور دیگر انتظامات میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔ محکمہ ایریگیشن، ڈرینج اور میونسپل کمیٹیاں برساتی سیم نالوں کی صفائی کو یقینی بنائیں۔ انہوں نے اسسٹنٹ کمشنرز اور تمام متعلقہ افسران کو فیلڈ وزٹ کر کے مشینری کے چالو حالت میں ہونے، دریائی بندوں، اربن ڈرینج اور نالوں کی صفائی کی انسپکشن کرنے کی ہدایت کی۔ ڈپٹی کمشنر نے تمام محکمہ جات کو ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے، ڈرینز اور نالوں، سیوریج لائنوں، نالیوں کی صفائی، انکروچمنٹ کے خاتمے، فلڈ ریلیف آلات کی ضروری مرمت، دریا کے کناروں کے ساتھ ساتھ انکروچمنٹ کے خاتمے کی ہدایات بھی جاری کیں۔ ڈپٹی کمشنر نے شہریوں سے اپیل کی کہ ممکنہ سیلاب کے خطرے کے پیش نظر احتیاطی تدابیر اختیار کریں، غیر ضروری طور پر سیلابی یا برساتی پانی میں داخل ہونے سے گریز کریں

چھوٹے اور متوسط درجے کے کاشتکار شدید مالی دباؤ کا شکار ہیں: شہباز علی قادری

ڈیزل کی قیمتوں میں مسلسل اضافے سے سب سے زیادہ کسان متاثر ہو رہا ہے: چوہدری نثار احمد گجر

نارنگ منڈی (نمائندہ خصوصی) ڈیزل کی قیمتوں میں مسلسل اضافے سے سب سے زیادہ کسان متاثر ہو رہا ہے اس سے اشیائے خورونوش کی صورت میں برداشت کرنا پڑتا ہے ان خیالات کا اظہار تحریک منہاج القرآن پی پی 136 کے رہنما چوہدری نثار احمد گجر اور شہباز علی قادری نے گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے مزید کہا کہ زرعی اخراجات میں نمایاں اضافہ ہو گیا ہے جس کے باعث چھوٹے اور متوسط درجے کے کاشتکار شدید مالی دباؤ کا شکار ہیں ٹیوب ویل، ٹریکٹر، تھریشر، ہارویسٹر اور دیگر زرعی مشینری کا زیادہ تر انحصار ڈیزل پر ہے، لہذا قیمتوں میں اضافے سے زمین کی تیاری، کاشت، آبپاشی اور فصلوں کی کٹائی کے اخراجات کئی گنا بڑھ گئے ہیں جس کے نتیجے میں نہ صرف کسانوں کی آمدنی متاثر ہو رہی ہے بلکہ زرعی پیداوار کی لاگت بھی بڑھ رہی ہے جس کا بوجھ بالآخر عام صارفین کو بھگتنا کسانوں کو ریلیف فراہم کرنے کے لیے ڈیزل کی قیمتوں میں فوری کمی کی جائے، زرعی شعبے کے لیے خصوصی سبسڈی متعارف کرائی جائے اور ایسے عملی اقدامات کیے جائیں جن سے کاشتکاروں کے اخراجات کم ہوں مضبوط زرعی شعبہ ہی ملکی معیشت کی ترقی اور غذائی تحفظ کی ضمانت ہے، اس لیے کسانوں کے مسائل کو فوری طور پر حل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

پتوکی پرائس کنٹرول کمیٹی مکمل ناکام صرف نمائشی اور فوٹو سیشن کیلیے کام کیا جا رہا ہے وزیراعلیٰ پنجاب خصوصی نوٹس لیں

ناجائز منافع خور حرکت میں آگئے سبزیوں سمیت دیگر اشیاء خورد نوش اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں

پتوکی (نامہ نگار) شہر بھر میں غریب عوام کا خون چوسنے کے لیے ناجائز منافع خور حرکت میں آگئے سبزیوں سمیت دیگر اشیاء خورد نوش اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں جبکہ متعلقہ حکام نے نوٹس لینے کی بجائے غریب عوام کو ان منافع خوروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تفصیلات کے مطابق پتوکی شہر اور گردونواح میں دن بہ دن ناجائز منافع خوری حد سے بڑھنے لگی منافع خور آئے روز اپنی من مرضی کے ریٹس سے مصنوعی مہنگائی کا طوفان برپا کر کے اپنی تجوریاں بھرنے لگے انتظامیہ نے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے، نوٹس لینے کی بجائے ان ناجائز منافع خوروں کو لوٹ مار کی کھلی چھٹی دے دی گئی جس کی وجہ سے ان کے وارے نیارے ہو گئے ہیں اور مال بنانے کے چکروں میں غریب کی کمر توڑ دی ہے آٹا، گھی، چینی، دالیں اور دیگر اشیائے خورد نوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں ہر دن دوسرے دن سے مہنگا نظر آرہا ہے ایک ہی دن میں ایک چیز کئی ریٹوں میں ملتی ہے کوئی کسی کو پوچھے تو جھگڑا شروع کر دیتے ہیں پہلے ہی مہنگائی کا طوفان برپا ہو گیا ہے جبکہ پرائس کنٹرول کمیٹی اپنا کردار ادا نہیں کر رہیں جس کی وجہ سے شہری ناجائز منافع خوروں کی وجہ سے سخت پریشان ہیں شہریوں نے جناح پریس کلب پتوکی سینئر صحافیوں امتیاز احمد چوہدری ملک اعظم چوہدری محمد افضل ملک ندیم رضوان طارق سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ اعلیٰ حکام ان ناجائز منافع خوروں کے خلاف قانونی کارروائی کریں اور انکو سخت سزائیں دی جائیں تاکہ غریب اور ماڑے شہریوں کی مشکلات کم ہو سکے

سوشل میڈیا کی اپیل پر معذور امیر حمزہ کو ویل چیئر اور مالی امداد فراہم

اوکاڑہ (راؤ اکرام ربانی/قوت) سوشل میڈیا کی طاقت ایک بار پھر خدمت خلق کی روشن مثال بن گئی۔ دو روز قبل سوشل میڈیا پر معذور فرد امیر حمزہ کے لیے ویل چیئر اور مالی معاونت کی اپیل شائع کی گئی تھی۔ اپیل پر رینالہ خورد سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر جواد طیب اور جہانزیب راؤ نے فوری ردعمل دیا اور امیر حمزہ سے رابطہ کیا۔ انسانی ہمدردی کی مثال قائم کرتے ہوئے دونوں شخصیات نے امیر حمزہ کو نئی ویل چیئر فراہم کی اور مستحق بچے کی مالی مدد بھی کی۔ سماجی حلقوں نے ڈاکٹر جواد طیب اور جہانزیب راؤ کے اس جذبہ خیر اور فوری اقدام کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے لوگ معاشرے کا اثاثہ ہیں۔ دعا کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کاوش قبول فرمائے اور ان کے رزق و مال میں برکت عطا فرمائے۔

ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ضلعی انتظامیہ ننکانہ صاحب متحرک

نالہ ڈیک کی صفائی کا عمل تیز، ڈپٹی کمشنر ننکانہ صاحب رعنا حمید کا بچیکی میں نالہ ڈیک کا تفصیلی دورہ

ننکانہ صاحب (چوہدری محمد عرفان گجر) وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی خصوصی ہدایات کے تحت ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے اور عوام الناس کو سیلابی خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے ضلعی انتظامیہ ننکانہ صاحب کی جانب سے خصوصی اقدامات جاری ہیں۔ اسی سلسلہ میں ڈپٹی کمشنر ننکانہ صاحب محترمہ رعنا حمید نے بچیکی میں نالہ ڈیک کا تفصیلی دورہ کیا اور جاری صفائی و ڈی سلٹنگ آپریشن کا جائزہ لیا۔ دورہ کے دوران متعلقہ افسران نے ڈپٹی کمشنر کو نالہ ڈیک کی صفائی، ڈی سلٹنگ اور مون سون بارشوں کے پیش نظر کیے جانے والے حفاظتی انتظامات کے بارے میں تفصیلی بریفنگ دی۔ ڈپٹی کمشنر نے مختلف مقامات پر جاری کام کا معائنہ کیا اور صفائی کے معیار اور رفتار کا جائزہ لیا۔ بریفنگ کے دوران بتایا گیا کہ ضلع ننکانہ صاحب کی ریونیو حدود میں نالہ ڈیک کے 112 کلو میٹر طویل حصے پر صفائی کا عمل جاری ہے جبکہ نالہ ڈیک کے 25 مختلف مقامات پر ڈی سلٹنگ اور صفائی کا کام تیزی سے مکمل کیا جا رہا ہے تاکہ بارشوں کے دوران پانی کے بہاؤ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور شہری علاقوں کو ممکنہ اربن فلڈنگ سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اس موقع پر ڈپٹی کمشنر رعنا حمید نے متعلقہ افسران کو ہدایت جاری کرتے ہوئے کہا کہ نالہ ڈیک کی بروقت صفائی، مسلسل مانیٹرنگ اور تمام حفاظتی اقدامات کو ہر صورت یقینی بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ صفائی آپریشن میں کسی قسم کی غفلت یا کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی اور تمام محکمے فیلڈ میں متحرک رہ کر اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔ ڈپٹی کمشنر رعنا حمید نے کہا کہ "ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے کے لیے تمام ادارے ہائی الرٹ ہیں اور ضلعی انتظامیہ ہر لمحہ صورتحال کی نگرانی کر رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ "وزیراعلیٰ پنجاب محترمہ مریم نواز شریف کے ویژن کے مطابق شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے تمام دستیاب وسائل بروئے کار لائے جا رہے ہیں اور متعلقہ محکموں کو پیشگی اقدامات مکمل رکھنے کی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ساہیوال فیصل اعجاز نے کامسیٹس یونیورسٹی ساہیوال کا دورہ کیا

سپرنٹنڈنٹ ہائی سیکورٹی جیل ساہیوال زبیر چیمہ اور ریجنل ڈائریکٹر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ڈاکٹر احمد ذوالفقار بھی موجود تھے

ریورنڈ شاہد ایم پال امریکہ کے سرکاری کامیاب دورہ پہ

صوبائی وزیر صحت و چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے ڈیزاسٹر مینجمنٹ خواجہ سلمان رفیق نے جھنگ کا دورہ کیا

اس دوران انہیں ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ضلعی انتظامیہ کی تیاریوں پر تفصیلی بریفنگ دی گئی

جھنگ (بیورو رپورٹ) وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی ہدایت پر صوبائی وزیر صحت و چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے ڈیزاسٹر مینجمنٹ خواجہ سلمان رفیق نے جھنگ کا دورہ کیا اس دوران انہیں ممکنہ سیلابی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ضلعی انتظامیہ کی تیاریوں پر تفصیلی بریفنگ دی گئی اس موقع پر ممبر صوبائی اسمبلی کرنل (ر) غضنفر عباس قریشی اور سابق ممبر صوبائی اسمبلی فیصل حیات جبوآنہ، سابق ممبر صوبائی اسمبلی سلطان سکندر بھروانہ، سابق ممبر صوبائی اسمبلی راشدہ یعقوب شیخ اور امیر عباس سیال بھی موجود تھے صوبائی وزیر نے پیشگی حفاظتی اقدامات، ہنگامی پلان اور ضلعی ایمرجنسی کنٹرول روم کی فعالیت کا جائزہ لیا جبکہ ریسکیو 1122، محکمہ آبپاشی، واسا اور دیگر متعلقہ اداروں کی تیاریوں کا معائنہ بھی کیا۔ صوبائی وزیر خواجہ سلمان رفیق نے کہا کہ عوام کے جان و مال کے تحفظ کے لئے تمام محکمے مکمل الرٹ ہیں، انہوں نے ممکنہ سیلابی صورتحال میں بروقت اور مؤثر ردعمل کو یقینی بنانے اور شہریوں کو بروقت معلومات اور ہر ممکن سہولت فراہم کرنے جبکہ ضلعی انتظامیہ کو تمام انتظامات ہر وقت فعال رکھنے کی ہدایات جاری کیں۔ خواجہ سلمان رفیق نے کہا کہ ممکنہ سیلاب سے نمٹنے کیلئے تمام تر تیاریاں مکمل ہیں، دریاؤں میں پانی کے بہاؤ کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

سبزی منڈی کے سالانہ انتخابات: مہر یوسف مست کی حمایت میں طاقت کا بھرپور مظاہرہ، تاجر برادری کا مکمل اعتماد

تقریب انتخابی جوش و خروش کا منظر پیش کر رہی تھی، جہاں مقررین نے مہر یوسف مست کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں آئندہ انتخابات میں کامیاب بنانے کے عزم کا اعادہ کیا

فیصل آباد (ملک بشیر احمد): سبزی منڈی کے سالانہ انتخابات کے سلسلے میں معروف تاجر رہنما مہر یوسف مست کی حمایت میں ایک شاندار انتخابی تقریب منعقد ہوئی، جس میں سبزی و فروٹ منڈی سے وابستہ تاجروں، آڑھتیوں اور مختلف کاروباری شخصیات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ تقریب انتخابی جوش و خروش کا منظر پیش کر رہی تھی، جہاں مقررین نے مہر یوسف مست کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں آئندہ انتخابات میں کامیاب بنانے کے عزم کا اعادہ کیا۔ تقریب سے میاں آصف اسلم، حاجی محمد مرتضیٰ، انعام مصطفیٰ، احتشام مصطفیٰ، افتخار بھولا، چوہدری شکور گجر، ملک محمد حسین، حق بابو گروپ، خیریت گجر، گڈا پہلوان، وسیم شہباز، ندیم اسلام، چوہدری غلام مرتضیٰ، حمید لہسن والے، صدیق مہر، چوہدری اکرم کمبوہ اور عالم خان سمیت دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ مقررین نے اپنے خطاب میں کہا کہ مہر یوسف مست نے ہمیشہ سبزی منڈی کے تاجروں کے اجتماعی مفادات کو مقدم رکھا، تاجروں کے مسائل کے حل کے لیے ہر فورم پر مؤثر آواز بلند کی اور منڈی میں بہتر انتظامی نظام، سہولیات کی فراہمی اور تاجروں کے اتحاد کے فروغ کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے کہا کہ تاجر برادری کو ایسے مخلص، دیانت دار اور باصلاحیت نمائندوں کی ضرورت ہے جو ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر سب کے حقوق کے لیے جدوجہد کریں۔ مقررین نے اس عزم کا اظہار کیا کہ سبزی منڈی کے تمام تاجر متحد ہو کر مہر یوسف مست کو بھاری اکثریت سے کامیاب بنائیں گے تاکہ وہ آئندہ بھی منڈی کی ترقی، تاجروں کے مسائل کے حل، بنیادی سہولیات کی فراہمی اور کاروباری ماحول کو مزید بہتر بنانے کے لیے اپنا مؤثر کردار ادا کر سکیں۔ اس موقع پر مہر یوسف مست نے شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ تاجروں نے ہمیشہ ان پر اعتماد کیا ہے اور وہ اس اعتماد کو اپنی سب سے بڑی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کامیابی کے بعد سبزی منڈی کے مسائل کے مستقل حل، تاجروں کے حقوق کے تحفظ، باہمی اتحاد کے فروغ اور منڈی کی ترقی کے لیے پہلے سے زیادہ جذبے، دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ خدمات انجام دیں گے۔

فیصل آباد: وائس چانسلر فیصل آباد میڈیکل یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری کے اعزاز میں الوداعی تقریب، شاندار خراجِ تحسین پیش

فیصل آباد (مسعود احمد بھٹہ) فیصل آباد میڈیکل یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد ظفر علی چوہدری کے اعزاز میں الائیڈ ون ہسپتال فیصل آباد میں پروقار الوداعی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ الائیڈ ون ہسپتال ڈاکٹر محمد فہیم یوسف اور ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد ساجد نے پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری کا ریڈ کارپٹ استقبال کیا۔ تقریب کے دوران پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری کے اعزاز میں پرتکلف ظہرانے کا بھی اہتمام کیا گیا، جس میں ہسپتال انتظامیہ اور دیگر افسران نے شرکت کی۔ شرکاء نے پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری کی تعلیمی، انتظامی اور طبی شعبے میں گراں قدر خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد فہیم یوسف نے اپنے خطاب میں کہا کہ پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری کی ادارے کے لیے خدمات مثالی ہیں۔ انہوں نے اپنی قیادت، محنت اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے ادارے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا، جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد ساجد نے کہا کہ پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری کی ادارے کے لیے انتھک محنت، لگن اور مخلصانہ خدمات قابل تقلید ہیں اور ان کی خدمات ہمیشہ سنہری الفاظ میں یاد رکھی جائیں گی۔ تقریب کے اختتام پر پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری کی ریٹائرمنٹ کے موقع پر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد فہیم یوسف اور ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد ساجد کی جانب سے انہیں یادگاری سووینئر پیش کیا گیا۔ اس موقع پر پروفیسر ڈاکٹر ظفر علی چوہدری نے پرتپاک الوداعی تقریب کے انعقاد پر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد فہیم یوسف، ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد ساجد اور الائیڈ ہسپتال کی تمام انتظامیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ادارے میں گزارا گیا وقت ان کے لیے ہمیشہ ایک قیمتی سرمایہ رہے گا۔

ایڈیٹوریل

سیلاب کے خدشات اور پیشگی احتیاط

پاکستان کے بالائی اور میدانی علاقوں میں مون سون بارشوں سے دریاؤں میں پانی کا بہاؤ بتدریج بڑھتا جا رہا ہے۔ ملک کے بڑے دریاؤں سے دریاؤں میں مغربی ہواؤں کے سلسلے اور بحیرہ عرب و خلیج بنگال سے آنے والے مون سون سلسلوں کے امتزاج کے باعث محکمہ موسمیات پانی کے بہاؤ میں مزید اضافے اور بڑے دریاؤں اور ندی نالوں میں سیلاب کے خدشات ظاہر کر رہا ہے۔ نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی نے دریائے چناب اور جہلم میں اونچے درجے کے سیلاب سے خبردار کیا ہے۔ مون سون کا موسم میں جب دریاؤں میں طغیانی آتی ہے تو ہزاروں افراد لقمہ اجل بن جاتے اور اربوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اس موقع پر حکومتی و انتظامی ادارے کچھ پھرتیاں دکھاتی دیتی ہیں مگر پانی اترتے ہی تمام جوش و جذبہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ ورلڈ بینک اور دیگر عالمی اداروں کی پاکستان میں سیلابوں سے متعلق اسیسمنٹ رپورٹس میں ملکی ڈیزاسٹر مینجمنٹ نظام پر متعدد سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ رپورٹس کے مطابق ہمارا ڈیزاسٹر مینجمنٹ کا نظام اس وقت فعال ہوتا ہے جب آفت سر پر آ جاتی ہے۔ پیشگی تیاری' خطرات کی سائنسی بنیادوں پر نشاندہی' انفراسٹرکچر کی مضبوطی اور اداروں کے درمیان رابطہ کاری کے فقدان نے مون سون کو جان لیوا بنا دیا ہے۔ اگر گزشتہ دو دہائیوں کا جائزہ لیا جائے تو 2022ء کے سیلاب میں 1700 سے زائد افراد جاں بحق اور تقریباً ساڑھے تین کروڑ لوگ بے گھر ہوئے۔ 2025ء میں کم و بیش ایک ہزار افراد جاں بحق اور 35 لاکھ سے زائد بے گھر ہوئے۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کو تین عشروں میں سیلابوں سے 59 ارب ڈالر سے زائد کا معاشی نقصان ہو چکا۔ 1992ء سے 2021ء کے دوران موسمیاتی آفات سے تقریباً 29 ارب ڈالر کا نقصان ہوا جبکہ صرف 2022ء کے سیلابوں سے 28 ارب ڈالر سے زائد کا نقصان ہوا۔ پے در پے سیلابوں کے باعث ملکی معیشت کو افراط زر سمیت وسیع تر خطرات لاحق ہیں جن سے پائیدار اقتصادی ترقی کے حصول اور ترقیاتی اہداف کی تکمیل کی کوششیں متاثر ہو سکتی ہیں۔ گزشتہ پانچ برس میں یہ تیسرا موقع ہے کہ ملک کو ایک مرتبہ پھر سیلاب کے خدشات منڈلا رہے ہیں۔ اگرچہ پورا خطہ اس وقت شدید بارشوں کی زد میں ہے مگر ہمیں اب یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ مون سون میں طغیانی اچانک آنے والی قدرتی آفت نہیں رہی بلکہ اس خطے میں ایک نیا موسمیاتی پیٹرن تشکیل پا چکا ہے اور ہمیں خود کو اس کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ مسلسل کئی سالوں کے سیلابی تجربات کے باوجود ملک میں مربوط وارننگ سسٹم کا فقدان ہے۔ جب سیلابی ریلا بستیوں کو ڈبو رہا ہوتا ہے تب جا کر امدادی ٹیمیں حرکت میں آتی ہیں۔ اس تباہ کن دائرے سے نکلنے کیلئے روایتی طریقوں کو خیر باد کہہ کر پالیسیوں کا محور ریلیف اور ریسکیو سے ہٹا کر پیشگی تیاری اور تخفیفِ خطرات کی طرف منتقل کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ پانی کے قدرتی بہاؤ کے راستوں پر تجاوزات' دریائی گزرگاہوں میں کنکریٹ کے جنگلات اور سیلابی پاٹ میں آبادکاری آفت کو خود دعوت دینے کے مترادف ہے۔ دریائی کناروں اور فلڈ پلین میں کسی بھی قسم کی تعمیرات پر مستقل پابندی عائد کرنا ہوگی۔ اگر ہم نے دریاؤں کو سانس لینے کی جگہ نہ دی تو لامحالہ دریا ہمارے شہروں اور کھیتوں کا رخ کریں گے۔ فی الحال ملکی دریاؤں میں پانی کا بہاؤ خطرے کے نشان تک نہیں پہنچا' یہ وقت ہے کہ صوبائی و ضلعی انتظامیہ دریاؤں کے بہاؤ میں حائل رکاوٹوں کو دور کریں اور دریائی کناروں سے تجاوزات کا خاتمہ کریں۔ اگر پانی کے بہاؤ کا راستہ صاف اور وسیع ہو جائے تو پانی آبادیوں میں داخل ہوئے بغیر اپنا راستہ لے لگا

موسمیاتی تبدیلی

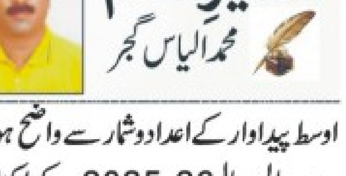

ملکِ عزیز پاکستان کو جن بڑے چیلنجز کا سامنا ہے ان میں موسمیاتی تبدیلی سرفہرست ہے۔ یہ مسئلہ اب صرف ماحولیات تک محدود نہیں بلکہ معیشت' زراعت' خوراک' صحت اور سماجی استحکام کو بھی متاثر کر رہا ہے۔ زرعی ملک ہونے کے ناتے پاکستان کی غذائی سلامتی کا دارومدار بڑی حد تک موسمی حالات پر ہے لیکن درجہ حرارت میں مسلسل اضافہ' بارشوں کے معمولات میں تبدیلی' سیلابوں کی شدت' خشک سالی کے دورانیے میں اضافہ اور پانی کی قلت نے زرعی شعبے کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ وفاقی وزارتِ موسمیاتی تبدیلی کے تحقیقی ادارے گلوبل چینج امپیکٹ سٹڈیز سنٹر کے مطابق رواں صدی کے اختتام تک پاکستان میں اوسط درجہ حرارت عالمی اوسط سے زیادہ بڑھنے کا امکان ہے' جس سے گندم کی پیداوار میں تین سے 16 فیصد اور چاول کی پیداوار میں 12 سے 22 فیصد تک کمی کا خدشہ ہے۔ اگرچہ یہ قریب پون صدی بعد کا منظرنامہ ہے تاہم اس کی شروعات ابھی سے ہو چکی ہے اور ہم بچشم خود اس کے اثرات کو دیکھ رہے ہیں۔ ہر سال بڑھتا ہوا درجہ حرارت ایک ایسی حقیقت ہے' جس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا مگر خوراک کی پیداوار کے وسائل اس سے کس قدر متاثر ہو رہے ہیں یہ فصلوں کی اوسط پیداوار کے اعداد و شمار سے واضح ہو جاتا ہے۔ مالی سال 2025-26ء کے اکنامک سروے کے مطابق زراعت کی مجموعی نمو 8.2 فیصد رہی جبکہ چاول' گندم' کپاس' گنا اور مکئی جیسی اہم فصلوں کی نمو 65.0 فیصد تھی۔ گندم' چاول اور گنے کی پیداوار میں یہ اضافہ آبادی میں 55.2 فیصد اضافے کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر بڑی فصلوں خاص طور پر خوراک کے ذرائع پیداوار کا یہی رجحان رہا تو مستقبل میں خوراک کی طلب اور رسد کے درمیان خلیج مزید بڑھ جائے گی اور درآمدی خوراک پر انحصار مزید بڑھ جائے گا۔ ضروری ہے کہ اس حوالے سے کوئی وقت ضائع کیے بغیر اقدامات کیے جائیں۔ پانی کی بروقت اور حسب ضرورت فراہمی میں مسائل زرعی بحران کو مزید سنگین بنا رہے ہیں۔ پاکستان پہلے ہی پانی کی کمی کے شکار ممالک میں شمار ہونے لگا ہے۔

گلیشیئرز کا تیز ترین پگھلاؤ' بارشوں کے بدلتے معمولات اور زیرِ زمین پانی کے بے دریغ استعمال نے آبی وسائل پر شدید دباؤ ڈال دیا ہے۔ نہری نظام کی فرسودگی اور پانی کے ضیاع نے بھی مسئلے کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اس صورتحال میں محض روایتی زرعی طریقوں پر انحصار کافی نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان اپنے زرعی ماڈل کو موسمیاتی تبدیلیوں کے مطابق نئی بنیادوں پر استوار کرے۔ ایسے بیج متعارف کرائے جائیں جو زیادہ درجہ حرارت' کم پانی اور موسمی شدت کو برداشت کر سکیں۔ جدید آبپاشی نظام' خصوصاً ڈرپ اور سپرنکلر ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جائے تا کہ پانی کا ضیاع کم ہو۔ زرعی تحقیق کے اداروں کو مضبوط بنایا جائے اور کسانوں کو جدید تربیت اور موسمی پیش گوئیوں تک بروقت رسائی فراہم کی جائے تا کہ وہ بہتر فیصلے کر سکیں۔ زرعی پالیسیوں میں موسمیاتی خطرات کو مرکزی حیثیت دینا ہو گی اور فصلوں کی انشورنس' موسمیاتی آفات سے متاثرہ کسانوں کیلئے مالی معاونت' آبی ذخائر کی تعمیر' شجرکاری اور ماحول دوست زرعی پالیسیوں پر تیزی سے عمل درآمد ناگزیر ہے۔ فوڈ سکیورٹی صرف زرعی پیداوار کا مسئلہ نہیں' قومی سلامتی کا بھی ایک اہم پہلو ہے۔ خوراک کی قلت مہنگائی' غربت' بیروزگاری اور سماجی بے چینی کو جنم دیتی ہے۔ اس لیے موسمیاتی تبدیلی کو مستقبل کا نہیں بلکہ آج کا بحران سمجھتے ہوئے قومی سطح پر مربوط حکمت عملی اختیار کرنا ہو گی۔ آج دانشمندانہ فیصلے کیے گئے تو زرعی شعبے کو محفوظ اور غذائی تحفظ کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ بصورت دیگر موسمیاتی تبدیلی کے بڑھتے ہوئے اثرات ملک کو ایسے غذائی اور معاشی بحران کی طرف دھکیل سکتے ہیں جس سے نکلنا انتہائی دشوار ہوگا۔

امر سندھو کی کتاب: ویرانی کے سفر کی ہم سفر

تحریر: ڈاکٹر حسین مسرت

"ویرانی، پیاس، کٹھن راستوں اور بے آب و گیاہ صحرا کا تصور ہی انسان کے اندر ایک خوف، بے بسی اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ ایسے سفر پر قدم رکھنے کے لیے صرف حوصلہ کافی نہیں ہوتا، بلکہ ایک بے چین روح، دکھ کو محسوس کرنے والا دل اور دوسروں کی اذیت کو اپنی اذیت سمجھنے والی آنکھیں بھی درکار ہوتی ہیں۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو امر سندھو کی شخصیت اور ان کی تحریروں کو منفرد بناتے ہیں۔ ڈاکٹر عرفانہ ملاح نے بجا لکھا ہے کہ شاید جب امر سندھو نے اپنا قلمی نام اختیار کیا ہوگا تو انہیں خود بھی اندازہ نہ ہوگا کہ ایک دن وہ سندھ کی تاریخ میں ایک ایسی آواز کے طور پر پہچانی جائیں گی جو عورتوں کے دکھ، مزاحمت اور جدوجہد کی علامت بن جائے گی۔ امر سندھو نے اپنے نام کی طرح اپنے لفظوں کو بھی امر کر دیا ہے۔ ان کی تحریریں وقتی تاثرات نہیں بلکہ اپنے عہد کی سماجی، سیاسی اور انسانی تاریخ کا معتبر حوالہ ہیں۔

"سرتیوں! س ؟ ی س " ؟ محض کالموں کا مجموعہ نہیں، بلکہ سندھ کی عورتوں کے درد کی ایک غیر سرکاری تاریخ ہے۔ اس کتاب میں شامل چھبیس کالم دراصل چھبیس آئینے ہیں، جن میں سندھ کا وہ چہرہ نظر آتا ہے جسے اکثر سماج، ریاست اور طاقت ور طبقات چھپا دینا چاہتے ہیں۔ یہ ان عورتوں کی داستانیں ہیں جنہیں غیرت، رسم و رواج، جرگوں، جاگیردارانہ نظام، قبائلی فیصلوں اور گھریلو تشدد کے نام پر خاموش کر دیا گیا۔ امر سندھو خود لکھتی ہیں: "ٹوٹے، بکھرے اور شکستہ معاشروں میں کمزور طبقات اور خصوصاً عورت کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟" سرتیوں! س ؟ ی س ؟ "ایسے ہی ایک بکھرے ہوئے معاشرے میں عورت کے لہولہان وجود کی کہانی ہے، اس وجود کی جو کسی بھی معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے، مگر سندھ میں اسے اپنے وجود اور اپنے جینے کی قیمت اپنے ہی خون سے ادا کرنا پڑتی ہے۔"

یہ چند جملے پوری کتاب کی فکری بنیاد ہیں۔ یہی وہ زاویہ ؟ نظر ہے، جس سے امر سندھو ہر واقعے کو دیکھتی اور اس کی تہہ تک پہنچتی ہیں۔ کتاب کا ہر کالم ایک سانحے کا بیان ضرور ہے، لیکن وہ صرف خبر نہیں بنتا، بلکہ انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ دینے والی دستاویز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً "ماں کنہن کی دانہن ؟ یان "صرف تھمینہ اور عابدہ کی ماں کی فریاد نہیں بلکہ اس معاشرے کی ہر اس ماں کا نوحہ ہے، جس کی بیٹی پدرشاہی نظام کی بھینٹ چڑھ گئی۔ امر سندھو اس کالم میں واضح کرتی ہیں کہ سندھ میں عورت پر "کاری" کا الزام لگانا کتنا آسان بنا دیا گیا ہے۔ زمین، جائیداد، دشمنی یا ذاتی مفاد کے لیے عورت کو قتل کر دینا اور پھر اسے روایت، غیرت یا قبائلی اقدار کا نام دے دینا ایک معمول بنتا جا رہا ہے۔ مصنفہ یہ سوال بھی اٹھاتی ہیں کہ آخر کیوں ایسے جرائم کو سندھ کی ثقافت اور روایت کا حصہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے؟ کیوں جرم کو جرم کہنے والا خود ملزم بن جاتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو صرف ایک ادیب نہیں بلکہ ایک باشعور سماجی کارکن ہی اٹھا سکتا ہے۔ امر سندھو نے یہ سوال صرف لکھے ہی نہیں بلکہ ان کی قیمت بھی ادا کی۔ انہیں دھمکیوں، کردار کشی اور بے بنیاد الزامات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن ان کا قلم خاموش نہیں ہوا۔ یہی ان کی اصل شناخت ہے۔ کتاب کا ایک اور نہایت موثر کالم "دارالامان مان ن ؟ تل فریاد" ہے۔ یہ صرف دارالامان میں رہنے والی خواتین کی کہانی نہیں بلکہ اس پورے نظام پر فردِ جرم ہے جو مظلوم عورت کو تحفظ دینے میں ناکام رہا۔ امر سندھو لکھتی ہیں کہ یہ فریاد دراصل اس بے کسی کی آواز ہے جو تمام راستے بند ہونے کے بعد دارالامان کے دروازے تک پہنچتی ہے۔ وہ ان خواتین کی زبان سے کہلواتی ہیں: "ظلم بھی ہم پر ہوا، تماشا بھی ہمارا بنا۔ عزت بچانے نکلیں تو عزت سے بھی محروم کر دی گئیں، انصاف مانگا تو الزام بھی ہمارے حصے میں آیا۔"

یہ چند سطریں پورے معاشرے کے دوہرے معیار کو بے نقاب کر دیتی ہیں۔ عورت ہر حال میں قصوروار ٹھہرتی ہے، چاہے وہ ظلم سہہ رہی ہو یا انصاف مانگ رہی ہو۔ امر سندھو صرف مظلوم عورت کی داستان بیان نہیں کرتیں بلکہ ریاستی اداروں، پولیس، عدلیہ اور سیاسی قیادت سے بھی سوال کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کا قتل محض ایک فرد کا قتل نہیں بلکہ ریاست کی آئینی اور اخلاقی ذمہ داری کی ناکامی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کالم وقتی اخباری تحریریں نہیں رہتے بلکہ اپنے عہد کی سماجی تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں کتاب میں امر سندھو نے صرف غیرت کے نام پر قتل یا عورتوں پر تشدد کے واقعات ہی قلم بند نہیں کیے بلکہ سندھ کے اس پورے سماجی ڈھانچے کو بے نقاب کیا ہے، جہاں عورت کو صدیوں سے ایک کم تر وجود سمجھا جاتا رہا ہے۔ ان کے ہاں جرگے، ونی، کم عمری کی شادیاں، جنسی تشدد، ہراسانی، عورتوں کی خرید و فروخت، جاگیردارانہ نظام، قبائلی روایات اور ریاستی بے حسی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مسائل ہیں۔

امریکہ اور ایران جنگ

تحریر: ڈاکٹر تبسم صبا

آئی ٹی کے ایک جینیئس سے یہ سوال کیا گیا کہ اپنے بڑھاپے کے بارے میں ان کی سب سے بڑی تشویش کیا ہے؟ اس پران صاحب نے فرمایا کہ اپنے ذہن کو کھو دینا۔ بڑھاپا اپنے ساتھ بے شمار جسمانی کمزوریاں لے کر آتا ہے۔ یہ قدرت کا ایک اشارہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی رفتار کم کر دے، نئی نسل کو اپنی جگہ لینے دے اور لکھنے پڑھنے یا جن روحانی ریاضتوں کے منصوبے بنا رکھے تھے اب ان پر عمل کرے اور مرنے سے پہلے کچھ سال آرام کر لے۔ لیکن جہاں بڑھاپے میں اور بہت سی بیماریاں گھات لگا کر بیٹھی ہوتی ہیں ان میں ڈیمینشیا بھی ہے۔ ڈیمینشیا دراصل کسی بیماری کا نام نہیں ہے بلکہ یہ مختلف علامات ہیں جو کسی اور درپردہ بیماری کی طرف اشارہ کر رہی ہوتی ہیں۔ جس طرح بخار ایک بیماری نہیں بلکہ علامت ہے اور مختلف بیماریوں کے بخار کی نوعیت ایک دوسرے سے تھوڑی بہت مختلف ہو سکتی ہے۔ یہی حال ڈیمینشیا کی علامات کا ہے۔ ڈیمینشیا کی چیدہ چیدہ علامات میں بھول جانا اور بتدریج سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتے ہوتے آخری سٹیج میں بالکل ختم ہو جانا یہی حال ڈیمینشیا کی علامات کا ہے۔ ڈیمینشیا کی چیدہ چیدہ علامات میں بھول جانا اور بتدریج سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتے ہوتے آخری سٹیج میں بالکل ختم ہو جانا ہے۔ کیونکہ ڈیمینشیا کی کئی اقسام ہوتی ہیں۔ لہذا ایک معالج کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مرض کی صحیح تشخیص کرے تا کہ علاج کرنے کے لئے درست لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ یاد رہے کہ مریض کو ایک وقت میں ایک سے زائد قسم کا ڈیمینشیا بھی ہو سکتا ہے۔ اس کو "مکسڈ ڈیمینشیا" کہتے ہیں۔

ڈیمینشیا کی سب سے عام قسم الزائمر ڈیمینشیا ہے۔ ڈیمینشیا کے مریضوں کی تقریباً ستر فیصد تعداد کو یہ ڈیمینشیا ہوتا ہے۔ اسے ڈاکٹر الزائمر کے نام سے اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے ایک مریضہ جس کا نام آگسٹے ڈیٹر تھا کا علاج شروع کیا جو یادداشت کی کمی کے ساتھ ساتھ دوسروں پر شک کرنے اور گھریلو معاملات کے بارے میں شدید فکر و پریشانی کا شکار رہتی تھی۔

یہ مریضہ کئی برسوں تک ڈاکٹر الزائمر کے زیر علاج رہی

اور اس کی بیماری کی سب علامات اور بتدریج ان علامات کو بدلنے کے عمل کو تفصیل کے ساتھ نوٹ کیا جاتا رہا۔ 1906 میں یہ مریضہ فرینکفرٹ، جرمنی میں انتقال کر گئی۔ اس کی موت کے بعد ڈاکٹر الزائمر نے اس کا پوسٹ مارٹم کیا اور دماغ کے خلیوں کا خوردبین سے گہرا مطالعہ کیا۔ اس دوران انھوں نے ان خلیوں میں دو بنیادی تبدیلیاں دیکھیں۔ ایک پروٹین کے ذخائر جنہیں ایملائڈ کا نام دیا گیا اور دوسرے پروٹین کے گھنگھریالے بالوں کی طرح کے ریشے جنہیں نیوروفائبرلی ٹینگلز کا نام دیا گیا۔ ایک پروٹین کے ذخائر جنہیں ایملائڈ کا نام دیا گیا اور دوسرے پروٹین کے گھنگھریالے بالوں کی طرح کے ریشے جنہیں نیوروفائبرلی ٹینگلز کا نام دیا گیا۔ اس کے علاوہ دماغ کا سائز بھی کم ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر الزائمر نے ایک میڈیکل کانفرنس میں مریضہ آگسٹے کے کیس پر اپنی تحقیق کے نتائج کو پیش کیا۔ یہ میڈیکل ریسرچ کا درخشندہ باب تھا جہاں ایک ذہنی مرض کو وہی اہمیت دی گئی جو جسمانی امراض کو دی جاتی ہے۔

ان کے استاد بیسویں صدی کے عظیم سائیکاٹرسٹ ڈاکٹر ایمل کریپلن نے اپنی سائیکاٹری کی کتاب میں "الزائمر کی بیماری" کے نام سے ڈیمینشیا کی اس قسم کو متعارف کروایا۔ فرائیڈ نے ذہنی بیماریوں کو سمجھنے کے سفر کی ابتدا شاید نیک نیتی سے کی ہو لیکن آگے چل کر کئی دہائیوں تک ان کا رخ سائنسی تحقیقات کی بجائے اپنے فلسفے کے پرچار میں گزر گیا جس کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں تھی۔ دوسری طرف ایمل کریپلن اور الزائمر جیسے لوگوں نے ذہنی بیماریوں کو سائنسی تحقیقات کے ذریعے سمجھنے کی بنیاد رکھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ الزائمر، کریپلن اور فرائیڈ تینوں جرمن ڈاکٹرز اور ہم عصر تھے۔ تصاویر الزائمر اور ان کی مریضہ آگسٹے کی ہیں جس نے اپنے ڈاکٹر کو اپنی بیماری پر ریسرچ کرنے کا اعزاز بخشا اور مرنے کے بعد ان کے عظیم معالج نے ان پر پوسٹ مارٹم کر کے انسانیت کو "ڈیمینشیا آف دی الزائمر ٹائپ" سمجھنے کا تحفہ دیا جو ڈیمینشیا کی سب سے عام قسم ہے۔ کسی بھی بیماری کے حتمی علاج کی ابتدا اس کی نوعیت کو سمجھنے سے ہوتی ہے۔ ہم اہل مغرب کے مشکور ہیں کہ انھوں نے سائنس کی شمع ایک تہذیب کے زوال پر اس کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بجھنے نہیں دیا۔ دراصل نوع انسان ایک بہت بڑا کنبہ ہے جس میں یہ لین دین چلتا رہتا ہے جس سے ہر کوئی مستفید ہوتا ہے۔

تعلیم نہیں، صرف حاضری درکار ہے: جامعات میں معیار کی گمشدگی

تحریر: جویریہ اسلم

ہمارے تعلیمی ادارے بتدریج اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں ان کی عمارتیں تو قائم ہیں، مگر ان کے بنیادی مقاصد رفتہ رفتہ تحلیل ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہو کہ اگر والدین اور طلبہ ایک دن پوری طرح یہ راز پا جائیں کہ آج کی بہت سی جامعات اور تعلیمی ادارے حقیقی معنوں میں علم گاہیں نہیں بلکہ محض ڈگریاں تقسیم کرنے والی فیکٹریاں، فیس وصول کرنے والے مراکز، اور نام کے ساتھ "یونیورسٹی گریجویٹ" کا سابقہ و لاحقہ جوڑنے والی مشینیں بن چکے ہیں، تو شاید ان اداروں کی موجودہ صورت برقرار نہ رہ سکے۔ تعلیم کا مقصد کبھی صرف ڈگری دینا نہیں تھا۔ سکول اور جامعات کا قیام اس لیے عمل میں آیا تھا کہ وہ آزاد فکر، تنقیدی شعور، تحقیق، کردار سازی، فکری بالیدگی اور علمی تخلیق کے مراکز بنیں۔ مگر اگر ہم آج دیانت داری سے اپنے تعلیمی اداروں خاص کر جامعاتی نظام کا جائزہ لیں تو ایک تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بہت سی جامعات میں علم ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے جبکہ رسمی تقاضے، غیر ضروری ضابطے اور ظاہری نظم و ضبط اصل مقصد پر غالب آ چکے ہیں۔ ایسے ماحول میں بعض اوقات سکول/ یونیورسٹی جانا یا نہ جانا علمی اعتبار سے تقریباً برابر محسوس ہوتا ہے، بلکہ بہت سے طلبہ اپنی ذاتی محنت، مطالعے اور خود آموزی کے ذریعے اس سے کہیں بہتر تعلیم حاصل کر لیتے ہیں جو انہیں کلاس روم میں میسر آتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے آج کل کے اداروں میں بعض اوقات ذہانت، قابلیت اور غیر معمولی کارکردگی کو سراہنے کے بجائے انہی صفات کو سزا کا باعث بنا دیا جاتا ہے۔ ایک طالب علم جس نے ہر امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہو، اپنے مضامین پر مکمل دسترس رکھتا ہو، تحقیقی اور تحریری صلاحیت رکھتا ہو، مگر محض حاضری کے تناسب کی بنیاد پر اس کے سیشنل نمبر کاٹ دیے جائیں اور اس کو شرمندہ کیا جائے یا اس کی تذلیل کی جائے تو سوال صرف ایک طالب علم کا نہیں رہتا، بلکہ پورے نظامِ تعلیم کی ترجیحات پر اٹھتا ہے۔

اس موقع پر عموماً ایک جملہ بڑی قطعیت کے ساتھ کہا جاتا ہے "Rule is rule and rules are equal for everyone" بلاشبہ، قانون سب کے لیے برابر ہونا چاہیے۔ لیکن دنیا کا کوئی بھی مہذب نظام ایسا نہیں جہاں قوانین کو مقدس صحیفوں کی طرح ناقابلِ ترمیم سمجھ لیا جائے۔ قوانین انسان کے لیے ہوتے ہیں، انسان قوانین کے لیے نہیں۔ جب کوئی ضابطہ انصاف کے بجائے ناانصافی پیدا کرنے لگے، جب وہ اہل کو سزا اور نااہل کو محض رسمی تقاضے پورے کرنے پر انعام دینے لگے، تو ایسے قانون پر نظرِ ثانی نہ صرف ضروری بلکہ اخلاقی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ ہماری تقریباً تمام جامعات میں ہر سمیسٹر کے دوران ہر مضمون کے لیے حاضری کے باقاعدہ نمبر مختص کیے جاتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس اصرار کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ کیا حاضری محض اساتذہ اور انتظامیہ کی ذہنی تسکین کا ذریعہ ہے، یا اس کے نتیجے میں واقعی طلبہ کی علمی استعداد، تنقیدی شعور، تحقیقی بصیرت، تحریری مہارت اور فکری بالیدگی میں کوئی واضح اضافہ بھی ہوتا ہے؟ اگر دیانت داری سے اس سوال کا تعین کیا جائے اور نتائج یہ ظاہر کریں کہ محض جسمانی موجودگی نہ تو طالب علم کی علمی قابلیت میں اضافہ کرتی ہے اور نہ ہی اس کی فکری تعمیر میں کوئی نمایاں کردار ادا کرتی ہے، تو پھر حاضری کو نمبروں سے مشروط کرنا وقت کے ضیاع، رسمی کارروائی اور ان طلبہ کے ساتھ ناانصافی کے سوا کچھ نہیں جو مختلف ناگزیر حالات کے باعث اپنی مطلوبہ حاضری مکمل نہیں کر پاتے، مگر اپنی علمی کارکردگی میں مسلسل امتیاز برقرار رکھتے ہیں۔ ایسے میں سزا غیر حاضری کو نہیں، بلکہ قابلیت کو دی جا رہی ہوتی ہے۔ قوانین ہمیشہ جامد نہیں رہتے۔ ہر مؤثر نظام وقت، حالات اور نتائج کی روشنی میں اپنے قواعد و ضوابط میں ترمیم کرتا ہے۔ یہی ارتقا کسی بھی ادارے کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہماری جامعات نے کبھی سنجیدگی سے اپنے حاضری کے قوانین کے نتائج کا تجزیہ کیا؟ اس پر تحقیق کی؟ اگر ایک ادارے کا یہ قانون ہے کہ اگر کسی سٹوڈنٹ کی حاضری پوری نہیں اور اس کی بہترین کارکردگی کے باوجود اس کے نمبر ضبط کر لیے جائیں گے تو قانون کو نظرثانی کی ضرورت ہے۔ ایسے میں ادارے کو چاہیے یہ تحقیق کرے کہ کیا سو فیصد حاضری رکھنے والے طلبہ و طالبات یونیورسٹی سے کچھ حاصل کر کے جا رہے ہیں؟ کیا وہ اس قابل ہیں کہ اپنا پیپر اٹیمپٹ کر سکیں؟ کیا وہ واقعی اپنے مضامین پر بہتر گرفت رکھتے ہیں؟ کیا وہ امتحانات میں اعلیٰ کارکردگی دکھاتے ہیں؟ کیا وہ تنقیدی سوچ، تجزیاتی صلاحیت، تحقیق اور خود مختار علمی اظہار کی اہلیت رکھتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اسائنمنٹس، تحقیقی کام اور عملی ذمہ داریاں بغیر کسی دوسرے سہارے کے انجام دینے کے قابل ہوتے ہیں؟

اسی کے ساتھ ان طلبہ کا بھی معروضی جائزہ لیا جائے جو مختلف وجوہات کی بنا پر کلاسز میں کم حاضر رہے، مگر امتحانات، اسائنمنٹس، تحقیقی کام اور عملی سرگرمیوں میں مسلسل غیر معمولی کارکردگی دکھاتے رہے۔ اگر اعداد و شمار یہ ثابت کر دیں کہ کم حاضری رکھنے والے طلبہ مکمل حاضری والے طلبہ سے علمی معیار میں زیادہ مضبوط اور زیادہ قابل ثابت ہو رہے ہیں، تو کیا پھر بھی محض رسمی حاضری کو قابلیت پر فوقیت دینا انصاف کہلائے گا؟ کیا پھر بھی یہ سو کالڈ rule مستقبل میں لاگو رہنا چاہیے؟ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم کی کامیابی کا معیار کرسی پر بیٹھ کر گزارے گئے گھنٹے نہیں، بلکہ ذہن میں پیدا ہونے والی فکری تبدیلی، علمی پختگی اور عملی استعداد ہوتی ہے۔ اور اگر یہ سب خوبیاں کلاس روم میں بیٹھ کر حاصل ہو سکتی ہیں تو شاید کسی کو اعتراض نہ ہو گا۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے اداروں کا معیار سب کے سامنے ہے۔ دنیا کی بہترین جامعات بھی اپنے طلبہ کو محض کلاس روم تک محدود نہیں رکھتیں بلکہ انہیں تحقیق، مطالعے، آزادانہ سوچ، تجربے اور خود سیکھنے کی صلاحیت عطا کرتی ہیں۔ کیونکہ علم کا تعلق دیواروں سے نہیں، ذہنوں سے ہوتا ہے۔ میں نے اپنی BS journey کے دوران ایک ایسی صورتحال بارہا دیکھی جہاں آج ایک پرفیکٹ اٹینڈنس کا ٹائٹل نہ صرف میرے لیے مشکوک ہو چکا ہے بلکہ اس نظام پر سوالیہ نشان بن کر کھڑا ہے۔ میری ایک ہم جماعت لڑکی نے پورے سمیسٹر میں ایک بھی کلاس مس نہیں کی۔ وہ ہر روز باقاعدگی سے جامعہ آتی، ہر لیکچر میں موجود ہوتی، لیکن جب بھی کوئی اسائنمنٹ، تحقیقی کام، تھیسس یا امتحان کی تیاری کا مرحلہ آتا، وہ اکثر روتے ہوئے میرے پاس آتی کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ اس کے بیشتر کاموں میں سمت متعین کرنے، موضوع سمجھانے اور علمی رہنمائی کی ذمہ داری عملاً میرے کندھوں پر آ جاتی۔ اگر میں رہنمائی نہ کرتی تو وہ اپنے کام کو مکمل کرنے سے قاصر رہتی۔ یہ محض ایک فرد کا قصہ نہیں، بلکہ ایک پورے نظام کی ناکامی کا عکس ہے۔ اگر سو فیصد حاضری رکھنے والا طالب علم بھی بنیادی فہم سے محروم رہ جائے، جبکہ کم حاضر رہنے والا طالب علم دوسرے طلبہ کی علمی رہنمائی کر رہا ہو

مشرقِ وسطیٰ ایک بار پھر جنگ کے دہانے پر

مشرقِ وسطیٰ ایک مرتبہ پھر ایسے خطرناک موڑ پر کھڑا ہے جہاں ہر گزرتی رات نئی تباہی، نئے حملوں اور مزید کشیدگی کی خبر لے کر آ رہی ہے۔ امریکہ کی جانب سے ایران پر مسلسل دسویں رات فضائی حملوں کا سلسلہ جاری رہا، جبکہ دوسری طرف ایران نے بھی بحرین، کویت اور آبنائے ہرمز کے اطراف امریکی مفادات کو نشانہ بنانے کے دعوے کیے ہیں۔ اس صورتحال نے نہ صرف خطے کے امن کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے بلکہ عالمی معیشت، توانائی کی فراہمی اور بین الاقوامی تجارت پر بھی گہرے سائے ڈال دیے ہیں۔ امریکی سینٹرل کمانڈ (CENTCOM) کے مطابق حالیہ حملوں میں ایران کے فوجی کمانڈ سینٹرز، میزائل اور ڈرون لانچنگ سائٹس، بحری تنصیبات اور فضائی دفاعی نظام کو نشانہ بنایا گیا۔ امریکی مؤقف ہے کہ ان کارروائیوں کا مقصد خطے میں موجود اپنی افواج اور عالمی بحری راستوں کو محفوظ بنانا ہے۔ واشنگٹن کا کہنا ہے کہ آبنائے ہرمز سے گزرنے والے تجارتی جہازوں کی حفاظت اس کی ترجیحات میں شامل ہے کیونکہ یہی راستہ دنیا کی تیل کی بڑی سپلائی کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ دوسری جانب ایران نے بھی سخت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے بحرین اور کویت میں امریکی فوجی تنصیبات پر حملوں کا دعویٰ کیا ہے۔ ایرانی پاسداران انقلاب کے مطابق مختلف امریکی ریڈار سسٹمز، فضائی دفاعی تنصیبات، ڈرون ہینگرز اور فوجی اڈوں کو میزائلوں اور ڈرونز سے نشانہ بنایا گیا۔ اگرچہ ان دعوؤں کی آزاد ذرائع سے مکمل تصدیق نہیں ہو سکی، تاہم ان اطلاعات نے خلیجی ممالک میں تشویش کی نئی لہر دوڑا دی ہے۔ کویت میں فضائی خطرے کے سائرن بجائے جانا، دفاعی نظام کا متحرک ہونا اور عوام میں خوف و ہراس اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جنگ اب صرف بیانات تک محدود نہیں رہی بلکہ اس کے اثرات پورے خطے میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ اسی دوران آبنائے ہرمز کے قریب آئل ٹینکر پر حملے کی اطلاعات اور تیل بردار جہازوں میں آگ لگنے کے واقعات نے عالمی منڈیوں کو بھی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ آبنائے ہرمز کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دنیا کے خام تیل کی ایک بڑی مقدار اسی سمندری راستے سے گزرتی ہے۔ اگر یہاں کشیدگی مزید بڑھتی ہے یا بحری آمدورفت متاثر ہوتی ہے تو اس کے اثرات صرف مشرقِ وسطیٰ تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ ایشیا، یورپ اور امریکہ سمیت پوری دنیا کو مہنگے تیل، بڑھتی مہنگائی اور معاشی دباؤ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ جنگ صرف ہتھیاروں کی طاقت کا مقابلہ نہیں بلکہ سفارت کاری کی ناکامی کی بھی علامت بنتی جا رہی ہے۔ امریکہ اپنی کارروائیوں کو دفاعی حکمت عملی قرار دیتا ہے جبکہ ایران انہیں اپنی خودمختاری پر حملہ تصور کرتا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان یہ تصادم اگر مزید وسیع ہوا تو خلیجی ریاستیں، عالمی بحری تجارت اور پورا خطہ ایک طویل اور خطرناک بحران میں داخل ہو سکتا ہے۔ سب سے زیادہ نقصان ہمیشہ عام شہریوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔ جنگیں فوجی محاذوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن ان کے اثرات بازاروں، اسپتالوں، تعلیمی اداروں اور گھروں تک پہنچتے ہیں۔ خوف، بے یقینی، معاشی مشکلات اور انسانی جانوں کا ضیاع کسی بھی تنازعے کا سب سے المناک پہلو ہوتا ہے۔ عالمی برادری کے لیے یہ لمحہ انتہائی اہم ہے۔ اگر اس کشیدگی کو بروقت سفارتی ذرائع سے کم نہ کیا گیا تو مشرقِ وسطیٰ ایک ایسے تصادم کی طرف بڑھ سکتا ہے جس کے اثرات کئی برسوں تک محسوس کیے جائیں گے۔ اقوام متحدہ، علاقائی طاقتوں اور عالمی رہنماؤں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جنگ کے بجائے مذاکرات، تحمل اور سیاسی حل کو ترجیح دیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جنگیں وقتی فتوحات تو دے سکتی ہیں، مگر پائیدار امن کبھی بھی میزائلوں اور بموں سے حاصل نہیں ہوا۔ امن کا راستہ ہمیشہ مذاکرات، اعتماد سازی اور باہمی احترام سے ہی نکلتا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کو بھی آج اسی راستے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے

پٹرول آؤٹ آف کنٹرول

تحریر: ڈاکٹر عمران

پاک سرزمین کے طول و ارض میں عام آدمی کی عرض یا عرضی پر ارباب اقتدار و اختیار میں سے کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ جہاں حکمران اشرافیہ مراعات اور تعیشات میں ڈوب جائے وہاں عوام کا دامن مراد محرومیوں سے بھر جاتا ہے۔ اخبارات کے صفحات گواہ ہیں، آئے روز مخصوص لوگ زندگی کو روگ سمجھ کر اس بوجھ سے نجات پا رہے ہیں۔ بدقسمتی سے مفلسی، محرومی اور مایوسی کے مارے کچھ لوگ اب اپنے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو بھی ناحق جان سے مار رہے ہیں۔ ہر طرف ایک انجانا ڈر اور درر ہے، یہ خوف کسی بیرونی دشمن کا نہیں بلکہ اس روزمرہ کی جنگ کا ہے جو پاکستان کا ہر فرد اپنے ہی ملک کے اندر لڑ رہا ہے۔ پٹرول پرائسز کا آف کنٹرول ہونا ایک سانحہ اور سوالیہ نشان ہے۔ پٹرول اور ڈیزل کے نرخوں میں حالیہ اضافہ سے عوام کے شانوں پر احساس محرومی کا بوجھ مزید بڑھ جائے گا، ارباب اقتدار کی طرف سے بیچارے عوام کے اس زخم پر نمک پاشی کی گئی ہے جو پہلے ہی ناسور بن چکا تھا۔ یہ محض ایندھن کی قیمت میں اضافہ نہیں، بلکہ ایک عام پاکستانی کے گھر کا بجٹ، اس کے بچوں کے سکول بیگ، اس کی بنیادی ضروریات، ادویات پر بلکہ سب سے بڑھ کر اس کی عزتِ نفس پر ایک کاری ضرب ہے۔ پاکستان میں مہنگائی کا ایک ایسا مکروہ نظام قائم ہو چکا ہے جہاں قیمتوں کا بڑھنا روز کا معمول بن گیا ہے جبکہ ان میں کمی کے خوشنما اعلانات محض ایک سراب یا خواب معلوم ہوتے ہیں۔ پٹرول کی قیمتیں بڑھتے ہی پبلک ٹرانسپورٹ کے کرائے آسمان سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ سبزی منڈی ہو یا کریانہ سٹور، ہر جگہ ایک ہی شور ہے: "پٹرول مہنگا ہو گیا ہے!" یہ جملہ اب ایک ایسا جواز بن گیا ہے جس کو دہراتے ہوئے ہر دکاندار، ہر ٹرانسپورٹر اور ہر منافع خور بیچارے عام آدمی کی جیب پر اپنے ہاتھ صاف کر رہا ہے۔ سب سے زیادہ اذیت ناک اور کربناک اور شرمناک بات یہ ہے کہ قیمتوں کا یہ ارتقاء یکطرفہ ہے۔ جب عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں نیچے آتی ہیں، تو پاکستان میں "ایڈجسٹمنٹ" کے نام پر عوام کو ریلیف دینے کے بجائے الٹا مختلف ٹیکس لگا دیے جاتے ہیں جبکہ نرخ بڑھنے کی صورت میں سارا بوجھ فوراً غریب کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ بیچارے عوام کی اجتماعی بیچارگی، بے بسی کا دلخراش منظرنامہ ہے۔ ایک طرف بجلی کے بلوں نے گھروں کو اندھیروں کے سپرد کر دیا ہے دوسری طرف لوگ استعمال سے زائد بل آنے پر ہارٹ اٹیک کے نتیجہ میں لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ دو سو یونٹ سے زائد استعمال پر جو بجلی کے بل آ رہے ہیں، وہ اب بجلی کے بل نہیں بلکہ عوام کیلئے موت کے پروانے ہیں۔ لوگ اپنا زیور بیچ رہے ہیں، گھر کا سامان فروخت کر رہے ہیں تا کہ اپنے گھر کی بتی روشن رکھ سکیں اور دوسری طرف حکمران ہیں جو ایوانوں میں بیٹھ کر کفایت شعاری کے جھوٹے لیکچر دے رہے ہیں۔ کیا یہ وہ پاکستان ہے جس کیلئے ہمارے باپ دادا نے قربانیاں دی تھیں اور دشوار ترین ہجرت کی تھی؟ جہاں ایک انسان کیلئے دو وقت کی روٹی حاصل کرنا ایک جوئے شیر لانے کے مترادف ہو چکا ہے۔

ہمیں وہ انتخابی جلسے اب بھی یاد ہیں، وہ تڑپتے ہوئے جذبات اور وہ گرج دار آوازیں جن میں یہ بلند بانگ دعوے کیے گئے تھے کہ "ہم اقتدار میں آ کر غریب کو 200 سے 300 یونٹ بجلی مفت دیں گے"۔ کہاں گئے وہ وعدے؟ کہاں گئے وہ انتخابی منشور؟ کیا وہ عوام کو بیوقوف بنانے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ آج جب وہی حکمران اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہیں، تو انہیں غریب کی بلکتی سسکتی ہوئی آواز کیوں سنائی نہیں دیتی؟ آج وہی عوام ان حکمرانوں کی طرف امید بھری نظروں سے نہیں بلکہ بیزاری اور مایوسی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ مایوسی کسی ایک فرد کی نہیں، بلکہ ایک پورے معاشرے کی ہے جواب یہ سمجھ چکا ہے کہ اسے جینے کا حق ہی نہیں دیا جا رہا۔ ایک مزدور، جس کی دیہاڑی پانچ سے سات سو روپے ہو، وہ پٹرول کے اس طوفان میں اپنے بچوں کو دو وقت کا کھانا کیسے کھلائے گا؟ کیا اس کے لیے بجلی کے بلوں کا بوجھ اٹھانا ممکن ہے؟ کیا اس کی اتنی سکت ہے کہ وہ مہنگائی کی اس چکی میں پس کر بھی مسکرا سکے؟ نہیں! اس کا حوصلہ ٹوٹ چکا ہے۔ وہ اب صرف زندہ نہیں ہے، بلکہ آہستہ آہستہ مر رہا ہے۔ اس کے گھر کی دیواریں، اس کے بچوں کی خاموشیاں اور اس کی بیوی کی بے بسی، یہ سب اس حکومتی پالیسی کی گواہی دے رہے ہیں جس کا مقصد صرف اور صرف عوام کا خون نچوڑنا ہے۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جب پٹرول مہنگا ہوتا ہے تو اس کا اثر صرف سفر تک محدود نہیں رہتا۔

یہ ادویات کی قیمتوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے، یہ ہسپتالوں میں ایمبولینس کے کرائے بڑھاتا ہے، یہ مریضوں کے لیے زندگی کی راہ مشکل بناتا ہے۔ کیا ریاست کی ذمہ داری صرف ٹیکس جمع کرنا ہے؟ کیا ریاست کی ذمہ داری صرف آئی ایم ایف کی شرطوں کو پورا کرنا ہے۔ اگر ریاست اپنے شہریوں کو تحفظ، انصاف اور زندگی کی بنیادی ضروریات اور سہولیات نہیں دے سکتی، تو پھر ایسی حکمرانی کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

حکمران طبقے کی شاہانہ زندگی اور ان کے پروٹوکول کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی اور ملک کے باشندے ہیں۔

ان کے لیے پٹرول کی قیمت میں دس یا بیس روپے کا اضافہ کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ انہوں نے تو عوام کے ٹیکسوں سے چلنے والی گاڑیوں میں سفر کرنا ہے۔ ان کے لیے بجلی کا بل کوئی مسئلہ نہیں،

خوف کے سائے میں شادی کی پہلی رات

تحریر: حانی واحد بلوچ

سمیعہ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ثناء کی آواز کانپ رہی تھی، اس کے ہاتھ پسینے سے بھیگ چکے تھے اور آنکھوں میں بے شمار سوال اور خوف سمٹ آئے تھے۔

سمیعہ نے اس کا ہاتھ تھاما اور نرمی سے پوچھا، کیا ہوا ثناء؟ تم اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟

ثناء کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

تمہیں تو معلوم ہے نا، میری منگنی کافی عرصہ پہلے ہو گئی تھی۔ اب گھر والے اگلے مہینے میری شادی کر رہے ہیں۔

سمیعہ نے مسکراتے ہوئے کہا، یہ تو خوشی کی بات ہے، پھر اتنا ڈر کیوں؟

ثناء نے سر جھکا لیا۔

خوشی؟ مجھے تو شادی کا نام سنتے ہی سانس رکتی محسوس ہوتی ہے۔

کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر وہ آہستہ آہستہ بولنے لگی۔

میری ایک کزن تھی، بالکل میری عمر کی، صرف سولہ سال کی۔ اس کی بھی شادی ہوئی تھی۔ چند دن بعد وہ میکے آئی تو میں اسے پہچان ہی نہیں سکی۔ وہ ہر وقت روتی رہتی تھی۔ اس نے مجھے گلے لگا کر کہا تھا، ثناء! کبھی شادی مت کرنا۔ مرد بہت تکلیف دیتے ہیں، عورت کو زخمی کر دیتے ہیں۔

یہ کہتے ہوئے ثناء کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

پھر کچھ عرصے بعد وہ حاملہ ہوئی اور اپنی پہلی اولاد کو جنم دیتے ہوئے دنیا سے چلی گئی۔

ثناء نے آنکھیں بند کر لیں۔

اس دن کے بعد سے شادی میرے لیے خوشی نہیں رہی، صرف خوف رہ گیا۔

وہ مسلسل بولتی جا رہی تھی، جیسے برسوں سے دل میں قید لفظ آج راستہ پا گئے ہوں۔

میں نے امی سے بہت کہا، بہت روئی، ان کے پاؤں پکڑے کہ میری شادی ابھی نہ کریں، لیکن کسی نے میری بات نہیں سنی۔ سب کہتے ہیں ہر لڑکی کو شادی کرنی ہوتی ہے، مگر کوئی میرے دل کا حال نہیں جانتا۔

ثناء کی پرورش ایک ایسے ماحول میں ہوئی جہاں ازدواجی تعلق کے بارے میں کبھی محبت، اعتماد اور احترام کی بات نہیں کی گئی۔ اس کے کانوں میں صرف ڈرانے والی باتیں ڈالی گئیں۔ کسی نے کہا پہلی رات ناقابلِ برداشت درد ہوتا ہے، کسی نے کہا عورت چیختی رہتی ہے، کسی نے کہا شوہر زبردستی کرتا ہے، اور کسی نے ایسی کہانیاں سنائیں جنہوں نے اس کے ذہن میں یہ یقین بٹھا دیا کہ شادی کا مطلب صرف اذیت ہے۔ یہ تمام باتیں اس کے شعور سے کہیں زیادہ اس کے لاشعور میں جگہ بنا چکی تھیں۔ کسی نے اسے درست رہنمائی نہیں دی، نہ یہ بتایا کہ محبت، اعتماد اور باہمی رضامندی ایک خوشگوار ازدواجی زندگی کی بنیاد ہوتے ہیں۔

آخرکار شادی ہو گئی۔ وہ رات آ گئی جس سے ثناء برسوں سے خوف زدہ تھی۔

اس کا شوہر جب اس کے قریب آیا تو ثناء نے محسوس کیا جیسے اس کے جسم سے جان نکل رہی ہو۔ اس کی دھڑکن بے قابو ہو گئی، ہاتھ کانپنے لگے، سانس تیز ہو گئی اور پورا جسم پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔ وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے شوہر سے نفرت نہیں کرتی تھی، مگر اس کا جسم ہر قربت کو خطرہ سمجھ رہا تھا۔

ثناء کے جسم نے خوف کے زیرِ اثر خودکار دفاعی ردِعمل ظاہر کیا۔ شوہر نے اس خوف کو ضد سمجھا اور زبردستی تعلق قائم کرنے کی کوشش کی۔ ثناء شدید درد سے چیخ اٹھی۔ اس رات صرف اس کا جسم زخمی نہیں ہوا، اس کا ذہن بھی ایک نئے صدمے کا شکار ہو گیا۔

اس کے بعد جب بھی شوہر اس کے قریب آنے کی کوشش کرتا، ثناء کا پورا وجود خوف میں جکڑ جاتا۔ اس کے جسم کے عضلات غیر ارادی طور پر سکڑ جاتے، دل کی دھڑکن بے قابو ہو جاتی، وہ رونے لگتی، کبھی چیختی اور کئی مرتبہ بے ہوش ہو جاتی۔ آخر ایک دن اس کا شوہر اسے اس کے والدین کے گھر چھوڑ آیا۔ اپنی بیٹی کو سنبھال لیجیے، یہ میرے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

یہ الفاظ ثناء کے دل میں کسی خنجر کی طرح اتر گئے۔ سب نے اسے قصوروار ٹھہرایا۔ کسی نے کہا ضدی ہے۔ کسی نے کہا شوہر کو قبول نہیں کرتی۔ کسی نے کہا اس پر کسی آسیب کا سایہ ہے۔ لیکن کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ اس کے خوف کی جڑ کہاں تھی۔ کسی نے یہ نہیں سمجھا کہ بعض اوقات جسم کی خاموشی، دل کے شور سے جنم لیتی ہے۔

ثناء کا مسئلہ کردار کی کمزوری، نافرمانی یا ضد نہیں تھا۔ وہ ایک ایسی نفسیاتی کیفیت کا شکار تھی جس میں ذہن خوف کو اس قدر حقیقت مان لیتا ہے کہ جسم خود بخود دفاعی انداز اختیار کر لیتا ہے۔ اس کیفیت کو Pelvic Genito DisorderPenetrationPain (GPPPD) کہا جاتا ہے۔ اس میں عورت کو مباشرت کے دوران یا اس کے تصور سے ہی شدید خوف، درد، اضطراب اور اندام نہانی Vagina کے عضلات کے غیر ارادی سکڑاو؟ کا سامنا کرنا پڑتا ہے

، جس کی وجہ سے دخول انتہائی مشکل یا ناممکن ہو سکتا ہے۔ (اندام نہانی (Vagina) کے اردگرد موجود پٹھے عورت کی مرضی کے بغیر اچانک سخت یا تنگ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے دخول (Penetration) یعنی عضوِ تناسل کا اندام نہانی میں داخل ہونا بہت مشکل، تکلیف دہ یا بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے) ایسے مریضوں میں اکثر اصل مسئلہ جسمانی نہیں بلکہ نفسیاتی ہوتا ہے۔ بچپن سے سنی ہوئی ڈراو؟ نی کہانیاں، جنسی تعلق کے بارے میں غلط معلومات، سخت یا خوف پر مبنی تربیت، جنسی موضوعات کو گناہ یا شرم سے جوڑنا، کسی تکلیف دہ واقعے کا تجربہ یا پہلی بار زبردستی تعلق قائم کرنے کی کوشش ذہن میں ایسی

انٹرنیشنل

ہوہن فیلز: کوانٹم سسٹمز کا ایک ملازم ہوہن فیلز کے فوجی تربیتی میدان میں ایک مظاہرے کے دوران 'کوانٹم ریلائنٹ' (Quantum Reliant) نامی جاسوسی ڈرون تیار کر رہا ہے

ٹرمپ نے سعودی عرب کیساتھ سول جوہری پروگرام کے معاہدے کی منظوری دیدی

واشنگٹن (این این آئی) امریکی اخبار نے دعویٰ کیا ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے سعودی عرب کے ساتھ سول جوہری پروگرام کے معاہدے کی منظوری دے دی۔ امریکی اخبار کی رپورٹ کے مطابق امریکا کے ساتھ سول جوہری پروگرام کے معاہدے کے تحت سعودی عرب کو توانائی کے شعبے میں جوہری ٹیکنالوجی تک رسائی حاصل ہوگی۔ امریکی اخبار کا کہنا تھا کہ امریکا اور سعودی عرب کے درمیان جوہری تعاون معاہدے کی میعاد 30 سال تک ہے۔ امریکی اخبار کے مطابق جوہری تعاون معاہدے کی مالیت کئی ارب ڈالر ہونے کا تخمینہ ہے۔

زاپوریژیا: ایس ای ایس (SES) کے فائر فائٹرز نے رہائشی عمارت میں لگی آگ بجھا رہے ہیں

یوکرینی صدر نے فوج کے کمانڈر اِن چیف کو عہدے سے ہٹا دیا

جنگی تجربہ رکھنے والے اور مقبول جنرل میخائیلو ڈراپاتی کو نیا آرمی چیف مقرر کر دیا گیا

کیف (این این آئی) یوکرینی صدر ولودیمیر زیلنسکی نے فوج کے کمانڈر اِن چیف اولیکسینڈر سرسکی کو عہدے سے ہٹا دیا۔ غیر ملکی خبر ایجنسی کے مطابق یوکرین کے صدر ولودیمیر زیلنسکی نے ملک کے چیف آف آرمی اسٹاف اولیکسینڈر سرسکی کو عہدے سے برطرف کر دیا اور میخائیلو ڈراپاتی کو نیا کمانڈر ان چیف مقرر کر دیا۔ ان کی برطرفی چند روز قبل وزیر دفاع میخائیلو فیڈوروف کو عہدے سے ہٹائے جانے کے بعد سامنے آئی ہے، جس کے خلاف ملک بھر میں عوامی احتجاج بھی ہوا تھا۔ ابتدائی طور پر یہ افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ فیڈوروف کی برطرفی کی وجہ ان کے اور سرسکی کے درمیان اختلافات ہیں، جن کی بعد میں تصدیق ہوگئی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق 60 سالہ اولیکسینڈر سرسکی کو یوکرین میں ایک ایسے کمانڈر کے طور پر دیکھا جاتا تھا جو سوویت طرزِ فکر رکھتے تھے اور فوج میں بنیادی اصلاحات کے حق میں نہیں تھے۔ ان کی جگہ جنگی تجربہ رکھنے والے اور مقبول جنرل میخائیلو ڈراپاتی کو نیا آرمی چیف مقرر کیا گیا ہے۔ سوشل میڈیا پر جاری اپنے ویڈیو پیغام میں زیلنسکی نے سرسکی کی عسکری خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے 2022 میں روس کے مکمل حملے کے ابتدائی دنوں میں دارالحکومت کیف کے کامیاب دفاع میں اہم کردار ادا کیا۔ زیلنسکی نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اسی روز فیڈوروف سے ملاقات کی اور انہیں حکومت میں ایک باوقار عہدہ سنبھالنے کی پیشکش کی، تاہم یہ واضح نہیں کیا کہ آیا انہوں نے یہ پیشکش قبول کی یا نہیں۔ زیلنسکی نے کہا کہ تمام فیصلوں کو باضابطہ شکل دے دی جائے گی۔

امریکا کے ایران پر مسلسل گیارہویں رات فضائی حملے مکمل، فوج کے آپریشنز کے مراکز کو نشانہ بنانے کا دعویٰ

ایرانی پاسداران انقلاب کا بھی کویت کے علی السالم ایئربیس کے اطراف نصب ریڈار سسٹم کو تباہ کرنے کا دعویٰ

امریکی انٹیلیجنس رپورٹ/اربیل شہر میں امریکی قونصل خانے کے قریب 3 ڈرون مار گرائے گئے، عراقی سکیورٹی ذرائع

تہران/واشنگٹن (این این آئی) امریکی سینٹرل کمانڈ (سینٹکام) نے کہا ہے کہ فوج نے ایران پر مسلسل گیارہویں رات فضائی حملے مکمل کر لیے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق سینٹکام کے بیان میں کہا گیا کہ امریکی افواج نے ایرانی فوجی آپریشنز مراکز، بحری صلاحیتوں، طیاروں کے ہینگرز، ڈرون ذخیرہ گاہوں اور فوجی لاجسٹکس کے بنیادی ڈھانچے کو نشانہ بنایا۔ بیان کے مطابق گزشتہ تین ماہ کے دوران ایران نے علاقائی اور عالمی تجارت کے لیے اہم بین الاقوامی آبی گزرگاہ سے گزرنے والے 30 سے زائد تجارتی جہازوں پر حملے کیے۔ سینٹکام نے دعویٰ کیا کہ ان بلاجواز حملوں سے سیکڑوں بے گناہ ملاحوں کی جانیں خطرے میں پڑیں اور بین الاقوامی آبی راستوں میں آزادانہ جہاز رانی متاثر ہوئی۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ کشیدگی کے باوجود آبنائے ہرمز تجارتی جہازوں کی آمد و رفت کے لیے کھلی ہوئی ہے، جبکہ مئی کے آغاز سے اب تک امریکی افواج نے تقریباً 900 تجارتی جہازوں اور 450 ملین بیرل خام تیل کی محفوظ نقل و حمل میں مدد فراہم کی ہے۔ ادھر ایرانی پاسداران انقلاب نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے کویت کے علی السالم ایئربیس کے اطراف نصب ابتدائی انتباہی ریڈار اور ٹیکٹیکل ریڈار کمپلیکس کو تباہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ بوبیان جزیرے پر موجود ایک اور ریڈار نظام کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے۔ ایرانی پاسداران انقلاب کے مطابق اس کی کارروائی میں ان ریڈار نظاموں کو تباہ کر کے ناکارہ بنا دیا گیا۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ جارحیت کرنے والے کو سزا دینے کا آپریشن جاری رہے گا۔ دوسری جانب عراقی سکیورٹی ذرائع نے بتایا کہ اربیل شہر میں امریکی قونصل خانے کے قریب 3 ڈرون مار گرائے گئے، اربیل کے ایئرپورٹ پر پروازیں عارضی طور پر روک دی گئیں۔ دریں اثنا امریکی اخبار نے بتایا کہ امریکی انٹیلیجنس اداروں کی ایک نئی رپورٹ کے مطابق ایران پر جاری امریکی فوجی حملوں سے ایرانی حکومت پر کوئی بڑا اثر پڑنے یا اس کے مذاکراتی موقف میں نرمی آنے کا امکان بہت کم ہے۔ نئی انٹیلیجنس رپورٹ جو بنیادی طور پر سی آئی اے نے تیار کی ہے، اس میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ امریکی اور اسرائیلی حملوں میں ایران کی اعلیٰ قیادت اور اس کے فوجی ساز و سامان کو نقصان پہنچا ہے، لیکن ایرانی حکومت اب بھی اپنی بقا برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مئی میں سی آئی اے کی ایک الگ رپورٹ میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ اگر امریکا ایران کا بحری محاصرہ بھی کرے تو بھی ایران کم از کم تین سے چار ماہ تک اس کا مقابلہ کر سکتا ہے، اس کے بعد ہی اسے شدید معاشی مشکلات کا سامنا ہوگا۔

فرانس میں 15 سال سے کم عمر بچوں کے سوشل میڈیا استعمال پر پابندی عائد

فرانس کی سینیٹ اور قومی اسمبلی نے قانون کے حق میں ووٹ دیا جو نئے تعلیمی سیشن کے آغاز پر نافذ ہوگا، رپورٹ

پیرس (این این آئی) فرانس کی پارلیمنٹ نے بچوں کی صحت اور سلامتی کے حوالے سوشل میڈیا کے منفی اثرات کے پیش نظر 15 سال سے کم عمر بچوں کے سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی کا قانون منظور کر لیا اور یہ قانون بنانے والا پہلا یورپی ملک بن گیا۔ غیر ملکی خبر ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق فرانس کے جونیئر وزیر اے آئی اینے لے ہنیف نے کہا کہ فرانس یورپ میں ڈیجیٹل میچورٹی اپنانے والا پہلا ملک بن کر اس عمل کے لیے راہ ہموار کر رہا ہے۔ فرانس کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سینیٹ اور قومی اسمبلی نے بچوں کے سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی کا قانون منظور کیا جہاں سینیٹ میں اس کے حق میں 243 اور مخالفت میں 2 ووٹ آئے اور قومی اسمبلی میں 279 ارکان نے حق میں اور 81 نے مخالفت میں ووٹ دیا۔ فرانس 15 سال سے کم عمر بچوں کے سوشل میڈیا استعمال پر پابندی عائد کرنے والا یورپ میں پہلا ملک بن گیا ہے جبکہ دنیا میں اسے پہلے آسٹریلیا گزشتہ دسمبر میں 16 سال سے کم عمر بچوں پر فیس بک، اسنیپ چیٹ، ٹک ٹاک اور یوٹیوب کے استعمال پر پابندی عائد کر چکا ہے۔ فرانس کے صدر ایمانوئیل میکرون نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں یہ قانون اگلے سال کے تعلیمی سیشن کے آغاز پر نافذ ہو جائے، میکرون نے رواں برس اپریل میں نوجوانوں پر زور دیا تھا کہ وہ بہترین شہری بننے کے لیے فون بند کریں اور مطالعہ کریں۔

اٹلی کے شہر میلان مراکشی نژاد فقیر عبدالرحیم کے لیے سچائی اور انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں

امریکی صدر کی نطنز کے پہاڑوں میں ایرانی ایٹمی مرکز پر حملے کی دھمکی

واشنگٹن/تہران (این این آئی) ایران کی اعلیٰ مشترکہ عسکری کمان نے خبردار کیا ہے کہ اگر امریکا نے ایران کی جوہری تنصیبات پر حملہ کیا تو خطے میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو نشانہ بنایا جائے گا۔ اپنے بیان میں خاتم الانبیا بریگیڈ نے کہا کہ جوہری تنصیبات پر حملہ خطے میں جنگ کے پھیلاؤ کا باعث بنے گا۔ اس سے پہلے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے نطنز کے پہاڑوں میں ایرانی ایٹمی مرکز پر حملے کی دھمکی دی تھی۔ امریکی صدر نے کہا تھا کہ یہ حملہ جلد ہوگا، ایرانی اس حملے کو روکنے کے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ جوہری تنصیبات پر حملہ ہوا تو امریکا اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو نشانہ بنائیں گے، ایران

لیورپول: اس فضائی منظر میں لیورپول کی بندرگاہ پر دھاتی کباڑ کے ڈھیر موجود ہیں جو فاؤنڈریز اور دھات کے تاجروں کو برآمد کیے جانے کے منتظر

SPORTS سپورٹس

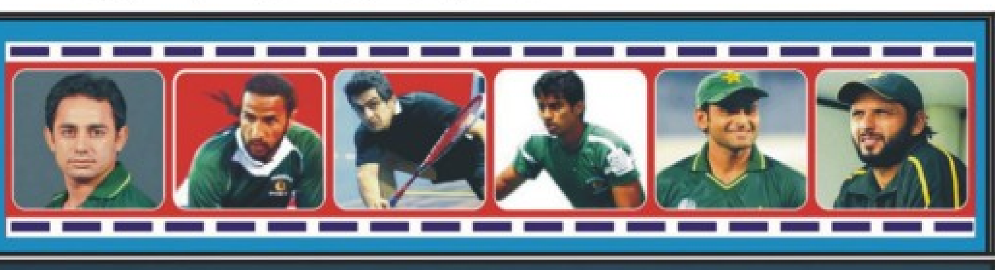

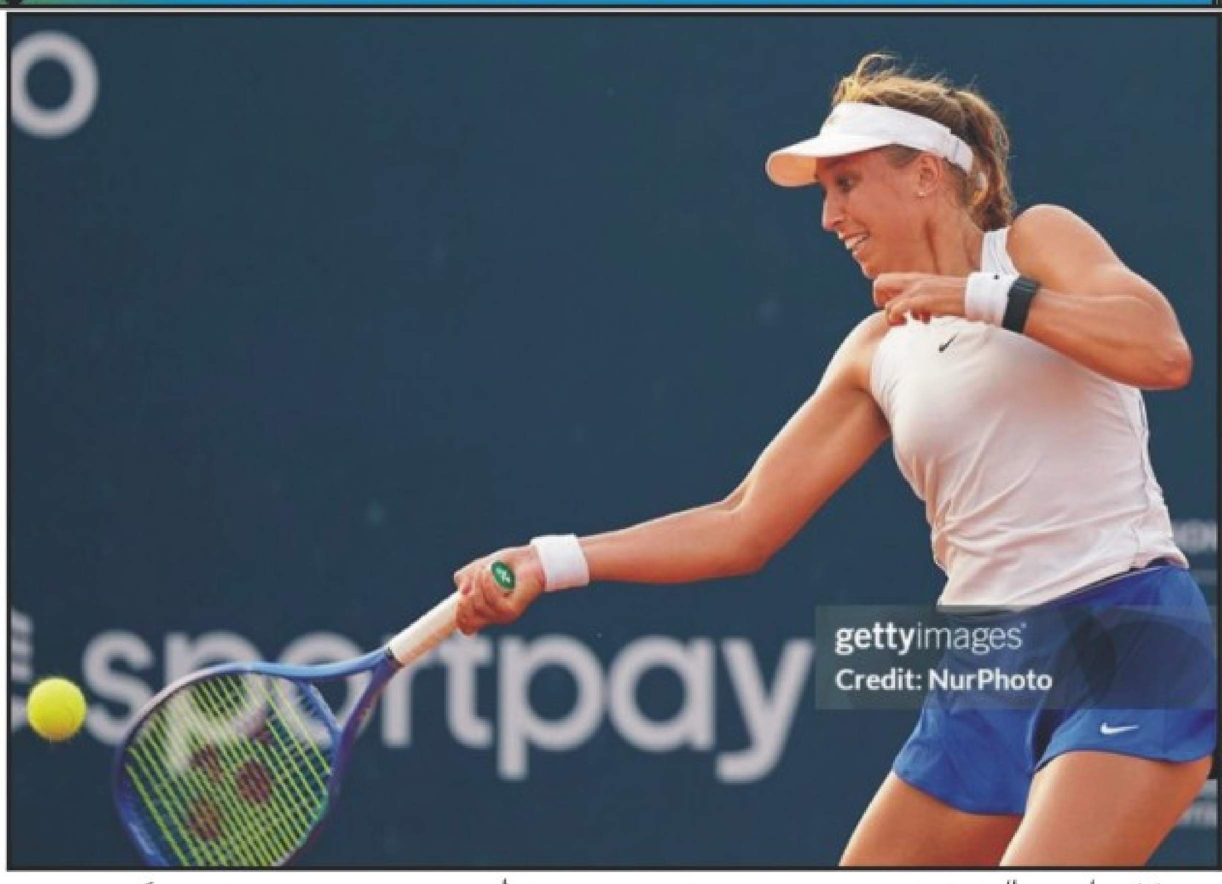

جرمنی کی کیرولین ورنر اٹلی کے شہر پالرمو میں منعقدہ 37 ویں پالرمو لیڈیز اوپن ڈبلیو ٹی اے 125 (125WTA) کے دوران کھیل رہی ہیں

ملائکہ خلجی کھوسر گنگ چوٹی سر کرنے والی بلوچستان کی پہلی خاتون بن گئیں

کوئٹہ (این این آئی) ملائکہ خلجی نے کھوسر گنگ چوٹی سر کرنے والی بلوچستان کی پہلی خاتون ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ تفصیلات کے مطابق بلوچستان کی 14 سالہ طالبہ ملائکہ خلجی نے کھوسر گنگ چوٹی سر کرنے والی صوبے کی پہلی خاتون کوہ پیما ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ الپائن کلب آف پاکستان کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی اس مہم نے پاکستان کی کوہ پیمائی کی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل عبور کیا۔ چوٹی سر کرنے کے بعد ملائکہ نے پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرایا جو وطن سے ان کی محبت اور پاکستانی نوجوانوں کے عزم و حوصلے کی علامت ہے۔ الپائن کلب آف پاکستان نے بلوچستان کی قابلِ فخر بیٹی ملائکہ خلجی اور ان کے اہلِ خانہ کو اس تاریخی کامیابی پر مبارکباد پیش کی ہے۔ ملائکہ خلجی کی یہ فتح دنیا کو بتاتی ہے کہ بلوچستان کی حقیقی شناخت اس کے باصلاحیت، بہادر اور پرامید نوجوان ہیں۔

اوول' (OvaKiaThe) میں ایم آئی لندن اور سن رائزرز لیڈز کے درمیان کھیلے گئے میچ کے دوران، سن رائزرز لیڈز کی فوبی لچفیلڈ شاٹ کھیل رہی ہیں

پاکستان نے 14 سال بعد ویمنز جونیئر ایشیا کپ 2026 کیلئے کوالیفائی کر لیا

قومی جونیئر ویمنز ٹیم نے یہ تاریخی کامیابی 'ویمنز جونیئر اے ایچ ایف کپ 2026' میں اپنی شاندار کارکردگی پر حاصل کی

اسلام آباد (این این آئی) پاکستان ویمنز جونیئر ہاکی ٹیم نے ایک اور سنگ میل عبور کرتے ہوئے 14 سال کے طویل عرصے بعد ویمنز جونیئر ایشیا کپ 2026 کیلئے کوالیفائی کر لیا ہے۔ اس بات کی باقاعدہ تصدیق ایشین ہاکی فیڈریشن (اے ایچ ایف) نے پاکستان ہاکی فیڈریشن (پی ایچ ایف) کو ارسال کردہ ایک رسمی خط کے ذریعے کی ہے۔ ایشین ہاکی فیڈریشن کے صدر فومیو اوگورا کی جانب سے بھیجے گئے تہنیتی خط میں بتایا گیا کہ قومی جونیئر ویمنز ٹیم نے یہ تاریخی کامیابی ویمنز جونیئر اے ایچ ایف کپ 2026 میں اپنی شاندار کارکردگی اور بہترین حتمی رینکنگ کی بنیاد پر حاصل کی ہے۔ اس شاندار کامیابی پر پاکستان ہاکی فیڈریشن کے عہدیداران نے ٹیم کی کھلاڑیوں، آفیشلز اور کوچنگ اسٹاف کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اسے قومی ویمنز ہاکی کی بحالی اور روشن مستقبل کی طرف ایک اہم پیشرفت قرار دیا ہے۔ قومی جونیئر ویمنز ٹیم نے یہ تاریخی کامیابی 'ویمنز جونیئر اے ایچ ایف کپ 2026' میں اپنی شاندار کارکردگی پر حاصل کیقومی جونیئر ویمنز ٹیم نے یہ تاریخی کامیابی 'ویمنز جونیئر اے ایچ ایف کپ 2026' میں اپنی شاندار کارکردگی پر حاصل کیقومی جونیئر ویمنز ٹیم نے یہ تاریخی کامیابی 'ویمنز جونیئر اے ایچ ایف کپ 2026' میں اپنی شاندار کارکردگی پر حاصل کی

ڈیوڈ وارنر نے ڈرنک ڈرائیونگ کا جرم قبول کر لیا، سڈنی تھنڈرز کی کپتانی خطرے میں پڑ گئی

وارنر نے ایک دوست کے گھر شراب پی تھی، بعد میں گاڑی چلانے کا فیصلہ کیا جس پر انہیں شدید افسوس ہے، وکیل

سڈنی (این این آئی) آسٹریلوی بگ بیش لیگ کی فرنچائز سڈنی تھنڈرز کے کپتان ڈیوڈ وارنر نے ڈرنک ڈرائیونگ کا جرم قبول کر لیا جس کے بعد ان کی قیادت خطرے میں پڑ گئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق بدھ کو ویورلے لوکل کورٹ میں سماعت کے دوران وارنر کو ذاتی طور پر پیش ہونے کی ضرورت نہیں تھی، ان کے وکیل بوبی ہل نے عدالت کو بتایا کہ ان کا مکل ایسٹر سنڈے کے روز ہونے والے مڈ ریچ ڈرنک ڈرائیونگ کے الزام کو تسلیم کرتا ہے۔ پولیس کے مطابق 5 اپریل کو سڈنی کے مشرقی علاقے میں روڈ سائیڈ چیک کے بعد وارنر کو مزید ٹیسٹ کے لیے مارو برا پولیس اسٹیشن لے جایا گیا جہاں ان کا بلڈ الکحل لیول 0.104 ریکارڈ کیا گیا جو قانونی حد سے دوگنا سے بھی زیادہ تھا۔ وکیل نے بتایا کہ وارنر نے ایک دوست کے گھر تین گلاس شراب پی تھی اور بعد میں گاڑی چلانے کا فیصلہ کیا جس پر انہیں شدید افسوس ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وارنر اپنے عمل کو غلط اور غیر ذمہ دارانہ سمجھتے ہیں اور عدالت سے نرمی کی درخواست کریں گے تاہم وہ عام شہری کی طرح قانون کا سامنا کریں گے، وارنر کو 18 اگست کو سزا سنائی جائیگی۔ اس پیش رفت کے بعد سڈنی تھنڈرز کی کپتانی بھی ان کے لیے غیر یقینی ہوگئی ہے جبکہ کرکٹ نیو ساؤتھ ویلز نے واقعے کو تشویشناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ ادارہ شراب پی کر گاڑی چلانے کے خلاف سخت موقف رکھتا ہے۔ وارنر نے ایک دوست کے گھر شراب پی تھی، بعد میں گاڑی چلانے کا فیصلہ کیا جس پر انہیں شدید افسوس ہے، وکیل

پاکستانی باکسرز کامن ویلتھ گیمز میں باکسنگ کے ایونٹس میں 5 ویٹ کیٹگریز میں قسمت آزمائی (آج) سے کریں گے

اسلام آباد (این این آئی) پاکستانی باکسرز کامن ویلتھ گیمز میں باکسنگ کے ایونٹس میں 5 ویٹ کیٹگریز میں قسمت آزمائی (آج) جمعرات سے گلاسگو سکاٹ لینڈ میں کریں گے۔ پاکستان باکسنگ فیڈریشن کے صدر کرنل ریٹائرڈ ناصر اعجاز تنگ نے بتایا کہ پاکستانی باکسرز تین مردوں اور دو خواتین کے ویٹ کیٹگریز میں حصہ لیں گے۔ مردوں کی ویٹ کیٹگریز میں سامہ رحمٰن (55 کلوگرام)، قدرت اللہ (60 کلوگرام) اور افضل خان پٹھان (65 کلوگرام) میں جبکہ خواتین کے ویٹ کیٹگریز میں ملائیکہ زاہد (54 کلوگرام) فاطمہ زہرا (60 کلوگرام) حصہ لیں گے۔ کامن ویلتھ گیمز میں باکسنگ کے مقابلے 23 جولائی سے 2 اگست تک گلاسگو سکاٹ لینڈ میں منعقد ہونگے۔ جس میں مختلف ملکوں کے باکسرز اپنی قسمت آزمائی کریں گے۔ پاکستانی باکسرز کامن ویلتھ گیمز میں باکسنگ کے ایونٹس میں 5 ویٹ کیٹگریز میں قسمت آزمائی (آج) سے کریں گے

فٹبالر ارلنگ ہالینڈ نے دوستوں اور گرل فرینڈ کے ہمراہ اپنی سالگرہ کا جشن منایا

جشن کے دوران مزیدار کھانوں، موسیقی، گالف اور تفریحی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا گیا

بنکاک (این این آئی) ناروے اور مانچسٹر سٹی کے اسٹار فٹبالر ارلنگ ہالینڈ نے دوستوں اور گرل فرینڈ کے ہمراہ اپنی سالگرہ کا جشن منایا۔ ہالینڈ نے اپنی گرل فرینڈ ازابیل ہوگسینگ جوہانسن اور قریبی دوستوں کے ہمراہ ایک یاٹ پر اپنی چھبیسویں سالگرہ منائی۔ جشن کے دوران مزیدار کھانوں، موسیقی، گالف اور تفریحی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا گیا جبکہ ایک موقع پر ہالینڈ وائکنگ ہیٹ پہنے بھی نظر آئے۔ بعدازاں وہ ایک ڈے کلب پہنچے جہاں انہیں ڈی جے بوتھ پر موسیقی سے لطف اندوز ہوتے دیکھا گیا۔ سالگرہ کے موقع پر انسٹاگرام پر پیغام جاری کرتے ہوئے ہالینڈ نے لکھا "سب کی محبت کا شکریہ میری زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی اور مجھے یہ بہت پسند آرہا ہے۔" ہالینڈ کی گرل فرینڈ ازابیل جوہانسن نے بھی سوشل میڈیا پر انہیں سالگرہ کی مبارکباد دی جس پر اسٹار فٹبالر نے مختصر جواب دیتے ہوئے صرف نائس (اچھا ہے) لکھا، جو مداحوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ جشن کے دوران مزیدار کھانوں، موسیقی، گالف اور تفریحی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا گیا ہالینڈ نے لکھا "سب کی محبت کا شکریہ یہ میری زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی اور مجھے یہ بہت پسند آرہا ہے۔" ہالینڈ کی گرل فرینڈ ازابیل جوہانسن نے بھی سوشل میڈیا پر انہیں سالگرہ کی مبارکباد دی جشن کے دوران مزیدار کھانوں، موسیقی، گالف اور تفریحی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا گیا

لارن: لارن اور ریڈ اسٹار بلغراد کے درمیان 'انور پارک' میں کھیلے جانے والے یوئیفا چیمپئنز لیگ 2026-27 کے دوسرے کوالیفائنگ راؤنڈ کے پہلے مرحلے کے میچ کے دوران کا منظر

نیشنل انٹر ڈیپارٹمنٹل نیٹ بال چیمپئن شپ 31 جولائی سے شروع ہوگی

اسلام آباد (این این آئی) پاکستان نیٹ بال فیڈریشن کے زیر اہتمام نیشنل انٹر ڈیپارٹمنٹل نیٹ بال چیمپئن شپ 31 جولائی سے کراچی میں شروع ہوگی۔ پاکستان نیٹ بال فیڈریشن کے صدر ثمین ملک نے بتایا کہ چیمپئن شپ کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں اور چیمپئن شپ میں چھ مختلف ڈیپارٹمنٹس کی چھ مرد اور خواتین ٹیمیں حصہ لے رہی ہیں جن میں پاکستان آرمی، پاکستان واپڈا، پاکستان نیوی، پاکستان پولیس، پاکستان ایئر فورس اور پاکستان ریلوے کی ٹیمیں شامل ہیں۔ چیمپئن شپ میں شرکت کرنے والی ٹیموں کی مینیجرز میٹنگ 30 جولائی کو ہوگی جس میں چیمپئن شپ کے ڈراز کا اعلان اور قوانین کے بارے میں آگاہ کیا جائے گا۔ چیمپئن شپ 2 اگست تک جاری رہے گی اور چیمپئن شپ کے اختتام پر کامیابی حاصل کرنے والے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔

میلبرن: پریسٹن لائنز ایف سی اور نیوکیسل جیٹس ایف سی کے درمیان جینس اسٹیل اسٹیڈیم میں کھیلے گئے آسٹریلیا کپ کے 'راؤنڈ آف 32' میچ میں کامیابی کے بعد 'لائنز' کی ٹیم 'راؤنڈ آف 16' کے پرچم کے ساتھ تصویر بنوا رہی ہے۔

روزنامہ قوت لاہور — چیف ایڈیٹر میاں محمد فیاض

صنعت وتجارت نیوز

معیشت نامہ

کمشنر ساہیوال کی زیر صدارت تعلیمی اداروں میں منشیات کے استعمال کی روک تھام کے حوالے سے خصوصی اجلاس منعقد ہوا

اجلاس میں ڈائریکٹر نارکوٹکس عازب ضیاء اوبان نے تعلیمی اداروں میں منشیات کی روک تھام کے لیے کیے جانے والے اقدامات، منشیات کے رجحانات اور انسدادِ منشیات سے متعلق حکمت عملی پر تفصیلی بریفنگ دی

ساہیوال (مہر اے ڈی نسیم سپرا سے) کمشنر ساہیوال ڈویژن ڈاکٹر آصف طفیل کی زیر صدارت تعلیمی اداروں میں منشیات کے استعمال کی روک تھام کے حوالے سے خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں ریجنل پولیس آفیسر رانا ایاز سلیم، ڈپٹی کمشنر ساہیوال کیپٹن (ر) سمیع اللہ فاروق، وائس چانسلر یونیورسٹی آف ساہیوال پروفیسر ڈاکٹر جاوید اختر، چیف ایگزیکٹو آفیسر ایجوکیشن محمد خالد عالم، ڈائریکٹر نارکوٹکس عازب ضیاء اوبان، ڈائریکٹر سی این ایف اور متعلقہ محکموں کے افسران نے شرکت کی۔ اجلاس میں ڈائریکٹر نارکوٹکس عازب ضیاء اوبان نے تعلیمی اداروں میں منشیات کی روک تھام کے لیے کیے جانے والے اقدامات، منشیات کے رجحانات اور انسدادِ منشیات سے متعلق حکمت عملی پر تفصیلی بریفنگ دی۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ طلبہ میں منشیات کے مضر اثرات سے متعلق شعور اجاگر کرنے کے لیے تعلیمی اداروں میں باقاعدگی سے انسدادِ منشیات آگاہی سیمینارز کا انعقاد کیا جاتا ہے، جبکہ اس سلسلے کو مزید مؤثر اور وسیع بنانے کے لیے بھی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ کمشنر ساہیوال ڈویژن ڈاکٹر آصف طفیل نے کہا کہ نوجوان نسل کو منشیات جیسی لعنت سے محفوظ رکھنا حکومت پنجاب کی اولین ترجیح ہے۔ انہوں نے ہدایت کی کہ ضلعی انتظامیہ، محکمہ تعلیم، پولیس، نارکوٹکس کنٹرول اور دیگر متعلقہ ادارے باہمی رابطے کے ساتھ مربوط حکمت عملی اختیار کریں تاکہ تعلیمی اداروں کو منشیات سے پاک اور محفوظ بنایا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ انسدادِ منشیات سے متعلق آگاہی مہم کو مزید مؤثر بنایا جائے اور تعلیمی اداروں میں شعور بیدار کرنے کی سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے۔ آر پی او رانا ایاز سلیم نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے تینوں اضلاع کے ڈسٹرکٹ پولیس آفیسرز کو ہدایت کی کہ شہروں اور گردونواح میں منشیات کی خرید و فروخت میں ملوث عناصر کے خلاف بلاامتیاز قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ انہوں نے کہا کہ تعلیمی اداروں اور ان کے اطراف خصوصی نگرانی کو یقینی بنایا جائے تاکہ طلبہ کو منشیات فروش عناصر سے محفوظ رکھا جا سکے۔

انتظامیہ کی مبینہ غفلت اور مسلسل لاپرواہی کے باعث محلہ ڈھاب والا ڈوب گیا

ناقص سیوریج نظام، ٹوٹی پھوٹی گلی اور گندا پانی اہلِ علاقہ کے لیے مستقل عذاب بن گیا

حافظ آباد (نمائندہ خصوصی) انتظامیہ کی مبینہ غفلت اور مسلسل لاپرواہی کے باعث محلہ ڈھاب والا کی گلی امام بارگاہ گزشتہ تقریباً سات برس سے ناقص سیوریج نظام، ٹوٹی پھوٹی گلی اور گندا پانی اہلِ علاقہ کے لیے مستقل عذاب بن گیا۔ شہر کی اہم گزرگاہ ہونے کے باوجود بنیادی شہری سہولیات کے فقدان پر مکینوں کا شدید احتجاج کرتے ہوئے فوری نوٹس لینے کا مطالبہ۔ تفصیلات کے مطابق مذکورہ گلی شارع فاروق اعظم کو سرکلر روڈ سے ملاتی ہے، جہاں سے روزانہ سینکڑوں شہری، دو تعلیمی اداروں کے طلبہ، اساتذہ، نمازی اور عزادار گزرتے ہیں۔ اہلِ علاقہ کے مطابق گلی میں اکثر پندرہ سے بیس روز تک گندا سیوریج کا پانی کھڑا رہتا ہے، جس سے آمدورفت شدید متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ تعفن، مچھروں اور بیماریوں کے پھیلنے کا خدشہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ رہائشیوں کا کہنا ہے کہ متعدد بار شکایات، درخواستوں اور میڈیا کے ذریعے مسئلہ اجاگر کرنے کے باوجود نہ منتخب نمائندوں، نہ میونسپل کارپوریشن، نہ واسا اور نہ ہی ضلعی انتظامیہ نے اس دیرینہ مسئلے کا مستقل حل نکالا۔ ان کا کہنا ہے کہ بارشوں کے دوران صورتحال مزید خراب ہو جاتی ہے، جبکہ گلی کے اوپر سے گزرنے والی واپڈا کی لٹکتی اور ننگی بجلی کی تاریں بھی کسی بڑے حادثے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اہلِ علاقہ نے وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف، کمشنر گوجرانوالہ، ڈپٹی کمشنر حافظ آباد، میونسپل کارپوریشن، واسا، واپڈا اور متعلقہ عوامی نمائندوں سے مطالبہ کیا ہے کہ نئی سیوریج لائن بچھانے، گلی کی ازسرنو تعمیر، نکاسی آب کے مستقل انتظام اور خطرناک بجلی کی تاروں کی تبدیلی کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کیے جائیں۔

پاکستان والی بال انڈر 18 ٹیم کے نامور پاکستانی کھلاڑی چودھری فہد چوہان سانبلی کا وطن پہنچنے پر شاندار استقبال کیا گیا

شکرگڑھ (نامہ نگار) ایشین والی بال چیمپئن شپ کوالیفائی کرنے والے پاکستان والی بال انڈر 18 ٹیم کے نامور پاکستانی کھلاڑی چودھری فہد چوہان سانبلی کا وطن پہنچنے پر شاندار استقبال کیا گیا انہیں پورے پروٹوکول کیساتھ آبائی سرحدی قصبہ سانبلی ڈیرہ امیدوار برائے چیئرمین چودھری محمود شمس سانبلی لایا گیا جہاں انکے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا گیا چودھری محمود شمس سانبلی نے کہا کہ چودھری فہد چوہان سانبلی ہمارا بھائی ہمارے گاؤں کا فخر ہے۔ جس نے دنیا بھر میں والی بال کی دنیا میں علاقہ کا نام روشن کر دیا، چودھری فہد چوہان سانبلی نے کہا کہ یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے جو میرا اتنا بڑا استقبال ہوا ہے میں آپکا شکر گزار ہوں, انہوں نے کہا کہ وہ بہت جلد ورلڈ چیمپئن شپ کے لیے قطر روانہ ہونگے اس موقع پر نامور والی بال کھلاڑی محمد زبیر, انضمام ※ علی کیفٹی, چودھری سجاول سانبلی, عبداللہ سانبلی نے بھی شاندار استقبال کیا

بلدیہ آفس کی بجلی گزشتہ پانچ روز سے خراب ہونے کے باعث شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا

وزیرآباد (نامہ نگار) بلدیہ آفس کی بجلی گزشتہ پانچ روز سے خراب ہونے کے باعث شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ بجلی بند ہونے کی وجہ سے دفتری امور بری طرح متاثر ہو رہے ہیں جبکہ روزانہ مختلف کاموں کے سلسلے میں آنے والے سائلین گھنٹوں انتظار کرنے پر مجبور ہیں۔ ذرائع کے مطابق بجلی کی خرابی کے باعث کمپیوٹرائزڈ نظام بھی معطل ہو چکا ہے، جس سے پیدائش و وفات کے اندراج، سرٹیفکیٹس اور دیگر سرکاری امور کی انجام دہی متاثر ہو رہی ہے۔ میونسپل کمیٹی کے افسران کی جانب سے واپڈا حکام کو متعدد بار بجلی کی خرابی سے متعلق شکایات اور یاد دہانیاں کرائی گئیں، تاہم اس کے باوجود واپڈا افسران کی جانب سے تاحال کوئی مؤثر کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی اور ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ شہریوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ بلدیہ آفس کی بجلی فوری طور پر بحال کرائی جائے اور غفلت کے ذمہ دار متعلقہ اہلکاروں کے خلاف کارروائی کی جائے تاکہ عوام کو درپیش مشکلات کا فوری ازالہ ممکن ہو سکے۔

آر یو جے پاکستان ملک بھر کے علاقائی صحافیوں کی ایک مضبوط اور موثر آواز بن چکی ہے

ٹرین مارچ نے علاقائی صحافیوں کو نئی شناخت اور استحکام فراہم کیا: جنرل سیکرٹری شاہ رخ قریشی

[illegible] آصف جبار، طارق مجید مغل، شہزاد علی، علی رضوان [illegible] مضبوط بنایا جائے گا۔

سمندری، مسجد بازار میں گیس لیکیج سے آئس بار میں آتشزدگی، لاکھوں روپے کا سامان جل کر خاکستر

آئس بار میں اچانک آگ بھڑک اٹھی، جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دکان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا

سمندری (تحصیل رپورٹر) سمندری کے تھانہ سٹی کے علاقے مسجد بازار میں مبینہ گیس لیکیج کے باعث پہلوان شاہی آئس بار میں اچانک آگ بھڑک اٹھی، جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دکان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آتشزدگی کے نتیجے میں دکان میں موجود لاکھوں روپے مالیت کا سامان جل کر خاکستر ہو گیا، تاہم خوش قسمتی سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ تفصیلات کے مطابق گیس لیکیج کے باعث لگنے والی آگ تیزی سے پوری دکان میں پھیل گئی۔ اطلاع ملتے ہی ریسکیو 1122 کی ٹیمیں موقع پر پہنچ گئیں اور بروقت کارروائی کرتے ہوئے آگ پر قابو پا لیا، جس کے باعث آگ قریبی دکانوں تک پھیلنے سے بچ گئی۔ متاثرہ دکانداروں کا کہنا ہے کہ محکمہ سوئی گیس نے تقریباً تین سال قبل ان کا گیس میٹر اتار دیا تھا، تاہم مبینہ طور پر گیس کے جوڑ سے اچانک لیکیج ہونے کے باعث آگ بھڑک اٹھی، جس سے انہیں لاکھوں روپے کا مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ ان کا کہنا تھا کہ دکان جلنے کے باعث وہاں کام کرنے والے متعدد ملازمین بھی بے روزگار ہو گئے ہیں۔ متاثرین نے متعلقہ اداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ واقعے کی شفاف تحقیقات کر کے ذمہ داروں کا تعین کیا جائے، ان کے مالی نقصان کا فوری تخمینہ لگا کر مناسب معاوضہ فراہم کیا جائے۔ ریسکیو حکام کے مطابق بروقت کارروائی کے باعث آگ پر قابو پا لیا گیا اور کسی قسم کا جانی نقصان نہیں ہوا، جبکہ آتشزدگی کی اصل وجوہات جاننے کے لیے مزید تحقیقات جاری ہیں۔ جبکہ متاثرہ دکاندار نے وزیر اعظم پاکستان، وفاقی وزیر برائے پیٹرولیم، وفاقی سیکرٹری پٹرولیم، چیئرمین سوئی گیس سے فوری نوٹس لے کر کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

ویمن چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے تعاون اور یورپی یونین و GIZ کی سرپرستی میں ”ہنر روزگار میلہ“ سرینا ہوٹل فیصل آباد میں منعقد ہوا

فیصل آباد (مسعود احمد بھٹہ) ۔اس روزگار میلے میں فیصل آباد ڈویژن کے ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹس سے فارغ التحصیل تقریباً 500 خواتین نے شرکت کی، جبکہ فیصل آباد کی معروف صنعتوں اور اداروں سے 36 سے زائد آجر (Employers) بھی شریک ہوئے۔ اس موقع پر خواتین کو روزگار کے مواقع حاصل کرنے، مختلف اداروں کے نمائندگان سے براہِ راست ملاقات اور کیریئر کے حوالے سے رہنمائی حاصل کرنے کا بہترین موقع فراہم کیا گیا۔ تقریب کے مہمانِ خصوصی چیئرمین پنجاب ووکیشنل ٹریننگ کونسل، خالد مسعود چوہدری تھے۔ اس موقع پر صدر فیصل آباد ویمن چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر (ریونیو) سمیت فیصل آباد کی صنعتوں اور کاروباری برادری کی ممتاز شخصیات نے بھی شرکت کی۔ شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے چیئرمین PVTC نے کہا کہ خواتین کو ہنر مند بنا کر باعزت روزگار کی فراہمی حکومتِ پنجاب کی ترجیحات میں شامل ہے، جبکہ ایسے روزگار میلوں کے ذریعے تربیت یافتہ نوجوانوں کو صنعت سے جوڑ کر انہیں عملی روزگار کے مواقع فراہم کیے جا رہے ہیں۔

کمشنر ساہیوال کی زیر صدارت ریونیو کیس مینجمنٹ سسٹم کے حوالے سے اجلاس منعقد ہوا

ساہیوال (مہر اے ڈی نسیم سپرا سے) کمشنر ساہیوال ڈویژن ڈاکٹر آصف طفیل اور بورڈ آف ریونیو پنجاب کے (جوڈیشل ممبر-I) بابر امان بابر کی زیر صدارت ریونیو کیس مینجمنٹ سسٹم کے حوالے سے اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں ڈویژن کے تینوں اضلاع کے ڈپٹی کمشنرز کیپٹن (ر) سمیع اللہ فاروق، محمد اکرام ملک، آصف رضا، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنرز ریونیو، [illegible]

محکمہ انہار کی مبینہ غفلت اور نااہلی سے ہزاروں ایکڑ زرعی رقبہ تباہ، چاول کی فصل متاثر

نارنگ منڈی (نامہ نگار) محکمہ انہار کی مبینہ غفلت اور نااہلی سے ہزاروں ایکڑ زرعی رقبہ تباہ چاول کی فصل متاثر کسانوں نے احتجاج کرتے ہوئے بتایا کہ محکمہ انہار کی جانب سے نہروں راجباہوں اور ندی نالوں کی جانب کوئی توجہ نہیں دی گئی کئی سالوں سے پشتے اور بند کمزور ہو چکے ہیں نہ ہی ان کی بھل صفائی کی طرف کوئی توجہ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے حالیہ بارشوں کے باعث نالہ ڈیک کا بند ٹوٹنے اور بھل صفائی نہ ہونے سے اوور فلو ہونے سے ہزاروں ایکڑ زرعی رقبہ زیر آب آ گیا چاول کی فصل کو بھاری نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے کسانوں کے لاکھوں روپے ضائع ہو رہے ہیں ابھی چاول کی فصل کاشت کی ہی تھی کہ شدید بارشوں اور نہری نظام نے تباہی مچا دی ہے جس سے نارنگ منڈی کے مختلف دیہات میں ہزاروں ایکڑ زرعی رقبہ پانی کی زد میں آ گیا ہے جس سے کاشتکاروں کو بھاری نقصان کا سامنا ہے کسانوں نے احتجاج کرتے ہوئے محکمہ انہار کے نااہل ملازمین اور افسران کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

نامعلوم مسلح ڈاکو راہگیروں سے لاکھوں روپے نقدی، موٹر سائیکل، زیورات اور دیگر سامان لوٹ کر فرار ہو گئے

حافظ آباد (بیورو رپورٹ) حافظ آباد میں 2 ڈاکے۔ نامعلوم مسلح ڈاکو راہگیروں سے لاکھوں روپے نقدی، موٹر سائیکل، زیورات اور دیگر سامان لوٹ کر فرار ہو گئے۔ پولیس تاحال کسی ایک ملزم کو بھی [illegible]

پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ عوام پر ناقابل برداشت بوجھ بن چکا ہے

ادویات اور روزمرہ استعمال کی دیگر ضروری اشیاء کی قیمتوں میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے: عامر فاروق باجوہ

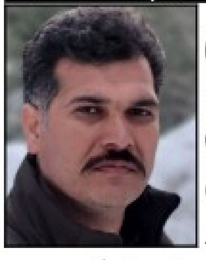

نارنگ منڈی (نمائندہ خصوصی) آئے روز پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ عوام پر ناقابل برداشت بوجھ بن چکا ہے پٹرول مہنگا ہونے سے ٹرانسپورٹ کے کرائے اشیائے خورونوش ادویات اور روزمرہ استعمال کی دیگر ضروری اشیاء کی قیمتوں میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس کے باعث عام آدمی کی زندگی شدید مشکلات کا شکار ہے مہنگائی نے غریب اور متوسط طبقے کی قوت خرید کو بری طرح متاثر کیا ہے جبکہ تنخواہ دار طبقہ اپنے گھریلو اخراجات پورے کرنے سے بھی قاصر دکھائی دیتا ہے ان خیالات کا اظہار پاکستان تحریک انصاف کے ضلعی رہنما چوہدری عامر فاروق باجوہ نے گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے مزید کہا کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ عوام کو حقیقی ریلیف فراہم کرنے کے لیے پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں فوری کمی کرے اور مہنگائی پر قابو پانے کے لیے مؤثر اور دیرپا اقدامات کرے عوام پہلے ہی بجلی، گیس اور دیگر بنیادی ضروریات کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے پریشان ہے ایسے میں پٹرول کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ان کے مسائل میں مزید اضافہ کر رہا ہے عوامی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے فوری طور پر ایسے فیصلے کیے جائیں جن سے مہنگائی میں کمی آئے اور عام شہری کو ریلیف مل سکے۔

حافظ آباد شہر کے عین سنگم میں واقع پرانی غلہ منڈی غربی منشیات فروشوں کی آماجگاہ بن گئی

حافظ آباد (نمائندہ خصوصی) حافظ آباد شہر کے عین سنگم میں واقع پرانی غلہ منڈی غربی منشیات فروشوں کی آماجگاہ بن گئی۔ منشیات فروش علی الصبح مذکورہ منڈی اور اسکے گردونواح میں مذموم دھندہ کرتے نظر آنے لگے جبکہ پولیس کے بعض ملازمین منشیات فروشوں سے ملی بھگت کی وجہ سے ان سے آنکھیں چرانے لگے۔ جس کی وجہ سے شہر میں منشیات کا مذموم دھندہ ایک بار پھر سر اٹھانے لگا۔ علاقہ مکینوں نے پولیس کے ارباب اختیار سے مطالبہ کیا ہے کہ پرانی غلہ منڈی میں منشیات فروشوں کا مذموم دھندہ کرنے والوں کے خلاف سخت کریک ڈاؤن کر کے انکا صفایا کیا جائے۔

ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر وایم ڈی ستھرا پنجاب ایجنسی حافظ آباد فضہ ارشد نے شہر کے مختلف علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے صفائی ستھرائی کے کاموں کا جائزہ لیا

[illegible]

محکمہ تعلیم پنجاب نے ممتاز ماہر تعلیم محمد ابوبکر علوی کو ترقی دیکر گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 حافظ آباد میں ہیڈ ماسٹر تعینات کر دیا

[illegible]

ڈاکٹر معاشرے کا وہ مسیحا ہے: کیپٹن (ر) ڈاکٹر محمد رفیق

اپنی صلاحیت علم اور شب و روز محنت سے مریضوں کو صحت مند زندگی فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے

[illegible]

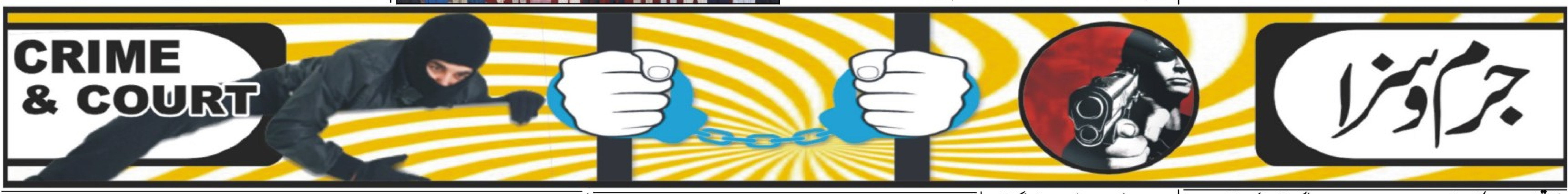

محکمہ تعلیم کے ہیڈ کلرک کو رشوت کے مقدمے میں رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا گیا

ملزم رب نواز کو مدعی سے 30 ہزار روپے رشوت وصول کرتے ہوئے پکڑے گئے

جھنگ (بیورو رپورٹ) اینٹی کرپشن جھنگ نے کارروائی کرتے ہوئے رشوت کے مقدمے میں محکمہ تعلیم کے ہیڈ کلرک کو رنگے ہاتھوں گرفتار کر کے نامزد رقم برآمد کر لی تفصیلات کے مطابق احمد پور سیال کے رہائشی محمد شمس الدین ولد منظور حسین نے اینٹی کرپشن کو درخواست دی تھی کہ ڈائریکٹر کالجز جھنگ کے دفتر میں تعینات ہیڈ کلرک رب نواز نے ان کی پروموشن کے کیس کو آگے بڑھانے کے لیے 30 ہزار روپے رشوت کا مطالبہ کیا ہے درخواست پر کاروائی کرتے ہوئے اینٹی کرپشن نے ٹریپ ریڈ کی منصوبہ بندی کی اور سول جج شہریار شاہین رانجھا کی زیرِ نگرانی اور ڈپٹی ڈائریکٹر انویسٹی گیشن محمد سرفراز وڑائچ کی قیادت میں ٹیم نے ریڈ کیا ملزم رب نواز کو مدعی سے 30 ہزار روپے رشوت وصول کرتے ہوئے موقع پر ہی گرفتار کر لیا گیا اور نشان زدہ رقم برآمد کر لی گئی اینٹی کرپشن پولیس اسٹیشن جھنگ میں ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر کے قانونی کاروائی کا آغاز کر دیا گیا ہے

ملگد اچوک میں ریسکیو 1122 کا منی اسٹیشن کا قیام ناگزیر

قیمتی جانیں ضائع ہونے پر عوامی حلقوں میں شدید تشویش

ملگد اچوک (نامہ نگار) ملگد اچوک میں ریسکیو 1122 کا منی اسٹیشن کا قیام ناگزیر، قیمتی جانیں ضائع ہونے پر عوامی حلقوں میں شدید تشویش ضلعی انتظامیہ اور ریسکیو ڈسٹرکٹ انچارج کی غفلت سے حادثات کا تدارک ناممکن ہو گیا، وزیر اعلیٰ پنجاب اور ڈی جی ریسکیو فوری نوٹس لیں اہلیان علاقہ۔ سیاسی وسماجی شخصیت، تاجران وصحافی برادری ملگد اچوک کا مشترکہ مطالبہ تفصیلات کے مطابق ساہیوال ڈویژن کے سنگم پر واقع اور تجارتی لحاظ سے ملک بھر میں منفرد پہچان رکھنے والا اہم کاروباری مرکز ملگد اچوک انتظامی غفلت کا شکار ہو گیا۔ ضلع اوکاڑہ کی انتظامیہ اور بالخصوص ریسکیو ایمرجنسی 1122 کے ڈسٹرکٹ انچارج کی مبینہ لاپرواہی کے باعث بروقت طبی امداد نہ ملنے سے اب تک کئی قیمتی انسانی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ جس پر مقامی عوام، تاجروں اور صحافی برادری میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ ملگد اچوک اور اسکے گردونواح کے سیاسی و سماجی رہنماؤں، انجمن تاجران اور صحافی برادری کا ایک اہم مطالبہ کرتے ہوئے، جس میں علاقے کی محرومیوں اور ریسکیو سروس کی عدم دستیابی پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔ سیاسی وسماجی شخصیت نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملگد اچوک ایک وسیع تجارتی مرکز اور شاہراہوں کا ملاپ ہے، جہاں روزانہ ہزاروں گاڑیوں کی آمدورفت ہوتی ہے۔ حادثات کی صورت میں اوکاڑہ سے ریسکیو ٹیموں کے پہنچنے تک تاخیر ہو جاتی ہے، جو اکثر جانی نقصان کا سبب بنتی ہے۔ ڈسٹرکٹ انچارج ریسکیو 1122 کی اس اہم ترین ضرورت سے چشم پوشی مجرمانہ غفلت کے مترادف ہے۔ اہلیانِ علاقہ، سیاسی وسماجی شخصیت۔ تاجر برادری اور شاہ ہور پریس کلب کے صحافیوں نے وزیرِ اعلیٰ پنجاب اور ڈائریکٹر جنرل (DG) ریسکیو 1122 لاہور سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ عوامی تحفظ اور امن وامان کی صورتحال کے پیشِ نظر ملگد اچوک اوکاڑہ میں فوری طور پر ریسکیو 1122 کا منی اسٹیشن منظور کر کے قائم کیا جائے۔ انہوں نے انتباہ کیا کہ اگر اس دیرینہ اور جائز مطالبے پر فوری عمل درآمد نہ کیا گیا تو اہلیان علاقہ سخت احتجاج پر مجبور ہوں گے، جس کی تمام تر ذمہ داری ضلعی انتظامیہ پر ہو گی۔

خدمت مرکز سے اشتہاری ملزم گرفتار

اوکاڑہ (راؤ اکرام ربانی/قوت) پولیس خدمت مرکز اوکاڑہ سے ایک اشتہاری ملزم گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق ملزم شبیر حسین سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے خدمت مرکز آیا۔ سسٹم میں انٹری کے دوران معلوم ہوا کہ ملزم مقدمہ نمبر 156/23 جرم 406 ت پ تھانہ سٹیلائٹ ٹاؤن ساہیوال میں اشتہاری ہے۔ خدمت مرکز پولیس نے ملزم کو فوری گرفتار کر کے قانونی کارروائی کے لیے مقامی پولیس کے حوالے کر دیا۔ ڈی پی او اوکاڑہ نے خدمت مرکز انچارج اور ٹیم کی کارکردگی کو سراہا ہے۔ ڈی پی او اوکاڑہ ڈاکٹر اسد اعجاز ملہی کی تھانہ کینٹ میں کھلی کچہری، شہریوں کے مسائل موقع پر سنے

بارشوں سے تباہی سدھا نوالی میں مکان کی چھت گر گئی

نارنگ منڈی (نامہ نگار) بارشوں سے تباہی سدھانوالی میں مکان کی چھت گر گئی 3 افراد زخمی اہل محلہ نے اپنی مدد آپ کے تحت زخمیوں دیگر اہلخانہ اور سامان کو ملبے تلے سے نکالا کوٹلی کوروٹانہ جاتر یکے اکبریاں بھاگیاں سمیت متعدد دیہات میں ہزاروں ایکڑ چاول کی فصل تباہ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا سڑکوں کے رابطے ختم دور دور تک پانی ہی پانی بارش رحمت کی بجائے زحمت بن گئی سوئی گیس بجلی انٹرنیٹ بند نظام زندگی معطل ہو گیا کاروباری مراکز کی رونقیں بھی ماند پڑ گئی شہر کا نظام مفلوج ہو کر رہ گیا مساجد میں بارش رکنے کی دعائیں کی گئیں حالیہ بارشوں سے ہر طبقہ متاثر ہو رہا ہے۔

بیٹی کو چھیڑنے سے منع کرنے پر گولیاں چل گئیں گولی لگنے سے 73 سالہ دادا جاں بحق

نارنگ منڈی (نامہ نگار) نارنگ کے نواحی گاؤں ڈنگہ میں بیٹی کو چھیڑنے سے منع کرنے پر گولیاں چل گئیں گولی لگنے سے 73 سالہ دادا جاں بحق جبکہ باپ شدید زخمی نارنگ پولیس نے لڑائی جھگڑے کا مقدمہ درج کر لیا نارنگ پولیس کو دی جانے والی درخواست میں اعجاز حسین نے مؤقف اختیار کیا ہے کہ اس کی 13 سالہ بیٹی گلی سے گزر رہی تھی کہ ملزمان نے چھیڑ چھاڑ کی اور جوتے سے مارا جس سے 13 سالہ (ب) رونے لگ گئی اس کی ماں اور خالہ نے منت سماجت کر کے بچایا ملزمان دھمکیاں دیتے ہوئے فرار ہو گئے بعد میں ملزمان اسلحہ لے کر آئے اور گھر میں گھس کر فائرنگ کر دی

ریجنل آفیسر پنجاب ہائی وے پٹرول ریجن گوجرانوالہ، ایس پی میاں معظم علی کا ضلع حافظ آباد کا دورہ

ایس پی میاں معظم علی نے پوسٹوں کے ریکارڈ، اسلحہ، سرکاری گاڑی، صفائی اور دیگر انتظامات کا جائزہ لیا

حافظ آباد (بیورو رپورٹ) ریجنل آفیسر پنجاب ہائی وے پٹرول ریجن گوجرانوالہ، ایس پی میاں معظم علی نے ضلع حافظ آباد کا دورہ کرتے ہوئے پٹرولنگ پوسٹ پل جوریاں کی تفصیلی جبکہ اقبال نگر اور سندھواں تارڑ کی سرسری انسپکشن کی۔ اس موقع پر سندھواں تارڑ میں کھلی کچہری کا انعقاد بھی کیا گیا، جہاں شہریوں، معززین علاقہ، میڈیا نمائندگان اور پولیس اہلکاروں نے شرکت کی۔ ایس پی میاں معظم علی نے پوسٹوں کے ریکارڈ، اسلحہ، سرکاری گاڑی، صفائی اور دیگر انتظامات کا جائزہ لیا اور شہریوں کی شکایات سن کر موقع پر احکامات جاری کیے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب ہائی وے پٹرول کا بنیادی مقصد شہریوں کو شاہراہوں پر محفوظ سفر کی سہولت فراہم کرنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہیلپ لائن 1124 یا 03146497400 پر رابطہ کر کے کسی بھی وقت مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔ کھلی کچہری میں انہوں نے کمیونٹی پولیسنگ، شفافیت اور کرپشن کے خاتمے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ※※ کرپشن فری PHP میرا خواب ہے اور محفوظ شاہرات ہماری ذمہ داری ہیں ※※ بعد ازاں انہوں نے پولیس افسران اور جوانوں سے الگ ملاقات کر کے ان کے مسائل سنے اور حل کے لیے ضروری ہدایات جاری کیں، جبکہ اچھی کارکردگی دکھانے والے اہلکاروں کی حوصلہ افزائی کی بھی ہدایت کی۔

تھانہ کوتوالی نے کمسن بچے کے ساتھ غیر انسانی سلوک کے مرتکب ملزمان گرفتار کر لئے

بچوں پر تشدد و غیر انسانی سلوک پر زیرو ٹالرنس پالیسی ہے۔ ایس ایچ او کوتوالی

سیالکوٹ (ڈسٹرکٹ بیورو عامر جاوید) ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر سیالکوٹ کیپٹن (ر) دوست محمد نے واقعہ کا فوری نوٹس لیتے ہوئے ایس ایچ او تھانہ کوتوالی کو فوری قانونی کارروائی کے احکامات جاری کیے۔ ایس ایچ او تھانہ کوتوالی نے فوری کارروائی کرتے ہوئے واقعہ میں ملوث ملزمان کو گرفتار کر لیا، جبکہ متاثرہ بچے کو بحفاظت بازیاب کروا کر اس کے ورثاء کے حوالے کر دیا۔ ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش مکمل کی گئی اور آج مورخہ 2026-07-22 کو ملزمان کو معزز عدالت میں پیش کر کے جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھجوا دیا گیا ہے۔ سیالکوٹ پولیس واضح کرتی ہے کہ بچوں پر تشدد، غیر انسانی سلوک یا ان کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کسی صورت برداشت نہیں کی جائے گی۔ ایسے واقعات میں ملوث عناصر کے خلاف بلاامتیاز اور سخت قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی تاکہ قانون کی بالادستی اور شہریوں کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔

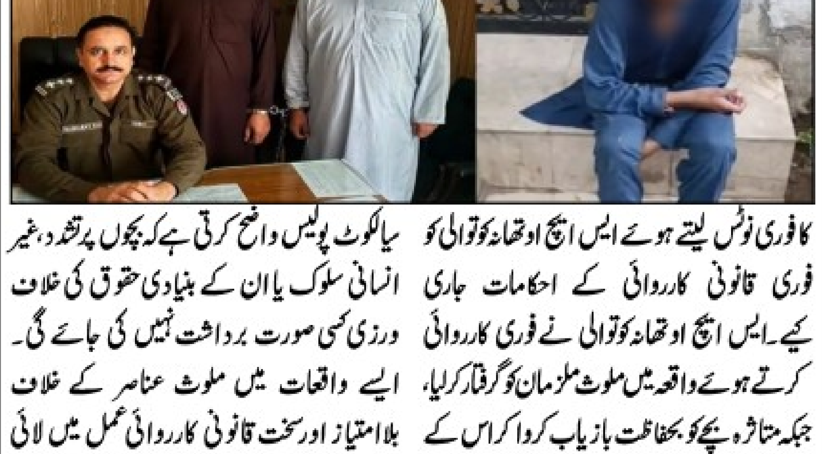

ڈسکہ شہر اور اس کے مضافاتی علاقوں میں تیسرے روز بھی موسلادھار بارش کا سلسلہ جاری رہا

شہر کی اہم شاہراہیں بھی پانی میں ڈوب گئیں سڑکوں پر جمع پانی کے باعث آمدورفت شدید متاثر رہی

ڈسکہ (احسان بٹ/محمد عباس بٹ) ڈسکہ شہر اور اس کے مضافاتی علاقوں میں تیسرے روز بھی موسلادھار بارش کا سلسلہ جاری رہا تین روز کی مسلسل بارش نے نشیبی علاقوں کو زیرِ آب کر دیا جبکہ شہر کی اہم شاہراہیں بھی پانی میں ڈوب گئیں سڑکوں پر جمع پانی کے باعث آمدورفت شدید متاثر رہی اور شہریوں کو روزمرہ امور کی انجام دہی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ادھر اسسٹنٹ کمشنر سعدیہ جعفر، چیف سینٹری انسپکٹر چوہدری محمد یوسف اور ایم او آئی صائم سلیم کے ہمراہ فیلڈ میں موجود رہیں اور نکاسی آب کے عمل کی خود نگرانی کرتی رہیں انتظامیہ کی بروقت کارروائی کے باعث کم وقت میں مختلف علاقوں سے پانی کی نکاسی ممکن بنائی گئی تاہم کئی مقامات پر صورتحال تاحال تشویشناک بتائی جا رہی ہے۔ شہریوں نے مطالبہ کیا ہے کہ نکاسی آب کے نظام کو مزید بہتر بنایا جائے تاکہ بارش کے دوران پیش آنے والی مشکلات سے بچا جا سکے

ڈی پی او قصور آفتاب احمد پھلروان کا تھانہ مصطفیٰ آباد کا دورہ، کھلی کچہری کا انعقاد

شہریوں کی شکایات سن کر موقع پر احکامات جاری، ایس ایچ او انسپکٹر ادریس چدھڑ اور پولیس افسران بھی موجود

مصطفیٰ آباد (نیوز رپورٹ قوت): ڈی پی او قصور آفتاب احمد پھلروان نے تھانہ مصطفیٰ آباد کا دورہ کیا، جہاں انہوں نے کھلی کچہری کے دوران شہریوں کی پولیس سے متعلق شکایات اور مسائل سنے۔ اس موقع پر ایس ایچ او تھانہ مصطفیٰ آباد انسپکٹر ادریس چدھڑ، تھانے کے دیگر افسران اور اہلکار بھی موجود تھے۔ ڈی پی او نے شہریوں کی شکایات پر متعلقہ افسران کو موقع پر ہی ضروری احکامات جاری کیے اور ہدایت کی کہ عوامی مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کیا جائے۔ بعد ازاں انہوں نے تھانے کے ریکارڈ، مختلف شعبہ جات، صفائی ستھرائی اور حوالات کا تفصیلی معائنہ کیا اور انتظامی امور کو مزید بہتر بنانے، ریکارڈ کی درستگی، نظم وضبط برقرار رکھنے اور شہریوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنے کی ہدایات جاری کیں۔ اس موقع پر ایس ایچ او انسپکٹر ادریس چدھڑ نے تھانے کے انتظامی امور اور پولیس کارکردگی سے متعلق ڈی پی او کو بریفنگ بھی دی۔

مختلف وارداتوں میں نقدی، سونا، پانی والی موٹریں و دیگر سامان چوری

ڈسکہ (احسان بٹ/محمد عباس بٹ) مختلف وارداتوں میں نقدی، سونا، پانی والی موٹریں و دیگر سامان چوری۔ کنڈن سیان میں محمد اقبال بسراء کے بیٹے منتصر کے گھر سے نقدی 20 ہزار روپے، 1.8 / 2 تولہ سونا و دیگر سامان چوری، منڈیکی گورائیہ میں عاطف علی کے ڈیرہ سے نقدی 60 ہزار روپے، موٹر بجلی اور موبائل فون چوری، چک گلاں میں ارشد احمد کے مکان سے پانی والی موٹر چوری، اوچیاں کھرولیاں میں محمد اکبر کے بھٹہ سے موٹر بجلی چوری، جامعہ مسجد محمدیہ چیلیکے گورائیہ سے سولر انورٹر چوری، موترہ میں محمود احمد کے رکشہ سے بیٹری اور اوزار چوری۔ پولیس نے مقدمات درج کر لئے

ڈیرہ سے نکلا شخص لاپتہ، اغوا کا مقدمہ درج

ڈسکہ (احسان بٹ/محمد عباس بٹ) ڈیرہ سے نکلا شخص لاپتہ، اغوا کا مقدمہ درج۔ کالواں لٹ کا رہائشی 58 سالہ محمد اعظم اپنے ڈیرہ سے موٹر سائیکل پر سوار نکلا مگر واپس نہ آیا شبہ ہے کہ نامعلوم نے اغوا کر لیا ہے۔ صدر پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے

مریدکے: دورانِ ڈلیوری خاتون جاں بحق، ڈاکٹر ہسپتال چھوڑ کر فرار

مریدکے (تحصیل رپورٹر) مریدکے کے علاقے داؤکے میں قائم ایک مبینہ غیر قانونی نجی ہسپتال میں دورانِ ڈلیوری خاتون کے جاں بحق ہونے کے واقعے نے شہریوں میں تشویش کی لہر دوڑا دی جاں بحق ہونے والی خاتون کی شناخت مہناز کے نام سے ہوئی ہے لواحقین کے مطابق مہناز مکمل صحت کے ساتھ اپنے قدموں پر ہسپتال پہنچی تھی، تاہم دورانِ ڈلیوری مبینہ غلط آپریشن اور طبی غفلت کے باعث اس کی حالت تشویشناک ہو گئی متاثرہ خاندان کا کہنا ہے کہ آپریشن کے دوران خاتون کا خون زیادہ بہنے لگا لیکن اسے بروقت اور مؤثر طبی امداد فراہم نہ کی جا سکی، جس کے باعث وہ جانبر نہ ہو سکی اہلِ خانہ نے الزام عائد کیا ہے کہ خاتون کی حالت بگڑنے پر متعلقہ ڈاکٹر مبینہ طور پر ہسپتال چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ واقعے کے بعد لواحقین نے شدید احتجاج کرتے ہوئے ذمہ داروں کے خلاف سخت قانونی کارروائی، اور واقعے کی شفاف تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے متاثرہ خاندان نے تھانہ سٹی مریدکے میں درخواست جمع کرا دی ہے سٹی پولیس کے مطابق درخواست موصول ہونے کے بعد قانون کے مطابق کارروائی کا آغاز کر دیا گیا ہے اور ملوث افراد کے خلاف ایکشن لیا جائے گا دوسری جانب اس افسوسناک واقعے کے بعد مریدکے میں نجی ہسپتالوں کی نگرانی اور محکمہ صحت کی کارکردگی پر بھی سنگین سوالات اٹھنے لگے ہیں۔

تھانہ موترہ کے دو محرروں کے خلاف مبینہ رشوت ستانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کا مقدمہ درج

غیر قانونی طور پر چھوڑے گئے ٹرالے سے بعد ازاں جان لیوا حادثہ پیش آنے کا انکشاف

سیالکوٹ (ڈسٹرکٹ بیورو عامر جاوید) سیالکوٹ: تھانہ موترہ میں پیش آنے والے ایک غیر معمولی واقعے نے محکمہ پولیس کے اندر نگرانی اور قانونی طریقہ کار سے متعلق کئی سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ تھانہ موترہ کے دو محرروں کے خلاف مبینہ رشوت ستانی، اختیارات کے ناجائز استعمال اور سرکاری فرائض میں غفلت برتنے کے الزام میں مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق مقدمہ نمبر 26/919 بجرم دفعہ 155-C ایس ایچ او تھانہ موترہ انسپکٹر مبین چیمہ کی مدعیت میں درج کیا گیا، جس میں محررز اہد محمود (HC/2019) اور اشتیاق احمد (LHC/431) کو نامزد کیا گیا ہے۔ ایف آئی آر کے مطابق انکوائری نمبر RDC/479 مورخہ 20 جولائی 2026 اور PA/2938 مورخہ 22 جولائی 2026 کے دوران یہ انکشاف سامنے آیا کہ 19 جولائی 2026 کو تھانہ موترہ میں مقدمہ نمبر 26/894 بجرم دفعہ 279 درج کیا گیا تھا، جسے پنجاب ہائی وے پٹرول (PHP) کے اے ایس آئی سجاد رضا نے درج کروایا۔ اس مقدمے میں ملزم ارسلان اختر ولد بشیر احمد سکنہ بن باجوہ چنڈر، تحصیل پسرور کو گرفتار کیا گیا تھا، جبکہ 22 ویلر ٹرالہ نمبر RIR-3089 بھی پولیس تحویل میں لے لیا گیا تھا۔ مقدمے میں الزام عائد کیا گیا ہے کہ دونوں محرروں نے مبینہ طور پر بھاری رشوت وصول کرنے کے بعد ذاتی مفاد کی خاطر اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کیا اور ایس ایچ او یا متعلقہ قانونی طریقہ کار کو اعتماد میں لیے بغیر گرفتار ملزم اور پولیس تحویل میں موجود ٹرالے کو غیر قانونی طور پر چھوڑ دیا۔

میاں چنوں: تھانہ سٹی پولیس کا منشیات فروشوں کے خلاف کریک ڈاؤن

کارروائیاں ایس ایچ او تھانہ سٹی حافظ عدنان ٹیپو نے پولیس نفری کے ہمراہ کیں

میاں چنوں (تحصیل رپورٹر) تھانہ سٹی پولیس نے منشیات فروشوں کے خلاف کریک ڈاؤن کے دوران مختلف مقامات پر کارروائیاں کرتے ہوئے تین مبینہ منشیات فروشوں کو گرفتار کر لیا۔ کارروائیاں ایس ایچ او تھانہ سٹی حافظ عدنان ٹیپو نے پولیس نفری کے ہمراہ کیں۔ پولیس کے مطابق گرفتار ہونے والے ملزمان میں ڈاکٹر ناصر (بورا روڈ)، شوکت علی (پھاٹک بازار) اور خالد لطیف (کچی آبادی) شامل ہیں۔ ملزمان کے قبضے سے بھاری مقدار میں منشیات برآمد کی گئی، جس کے بعد ان کے خلاف انسدادِ منشیات ایکٹ کے تحت الگ الگ مقدمات درج کر لئے گئے ہیں۔ پولیس کا کہنا ہے کہ گرفتار ملزمان سے مزید تفتیش جاری ہے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ آیا وہ کسی منظم منشیات فروش نیٹ ورک سے منسلک ہیں یا نہیں۔ تفتیش کی روشنی میں مزید گرفتاریاں بھی عمل میں لائی جا سکتی ہیں۔

ساہیوال پولیس کا منشیات فروشوں کے خلاف بھرپور کریک ڈاؤن

پولیس تھانہ فرید ٹاؤن کے ایس ایچ او سب انسپکٹر ظفر اقبال وٹو نے ہمراہ ٹیم کامیاب کارروائی کرتے ہوئے ملزم نعیم کو رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا

ساہیوال (مہر اے ڈی نسیم سپرا سے) ڈی پی او ساہیوال محمد عثمان ٹیپو کی زیرِ قیادت ساہیوال پولیس کا منشیات فروشوں کے خلاف بھرپور کریک ڈاؤن۔ ڈی پی او ساہیوال محمد عثمان ٹیپو کی ہدایت پر ضلع بھر میں منشیات فروش عناصر کے خلاف کارروائیاں بھرپور انداز میں جاری ہیں۔ اسی سلسلے میں پولیس تھانہ فرید ٹاؤن کے ایس ایچ او سب انسپکٹر ظفر اقبال وٹو نے ہمراہ ٹیم کامیاب کارروائی کرتے ہوئے ملزم نعیم کو رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا۔ ملزم کے قبضہ سے 1,400 گرام چرس برآمد کر کے اس کے خلاف انسدادِ منشیات ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا ہے، جبکہ مزید قانونی کارروائی جاری ہے۔ ساہیوال پولیس کا عزم ہے کہ منشیات فروش عناصر کے خلاف بلاامتیاز کارروائیاں جاری رکھ کر نوجوان نسل کو اس ناسور سے محفوظ بنایا جائے گا۔

بقیہ نمبر 1

ہوگی، جس سے تجارتی مسابقت میں اضافہ اور پائیدار اقتصادی ترقی کو فروغ ملے گا۔انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان بندرگاہوں کی جدید خطوط پر ترقی، پائیدار انفراسٹرکچر کے فروغ اور بین الاقوامی سرمایہ کاری کے حصول کے لیے پرعزم ہے۔اس موقع پر ای پی کی قیادت نے پاکستان میں سرمایہ کاری اور تکنیکی تعاون کے مواقع میں گہری دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے جدید انجینئرنگ حل اور بین الاقوامی شراکت داری کے ذریعے ملک کے انفراسٹرکچر کی ترقی میں کردار ادا کرنے کے عزم کا اعادہ کیا۔ملاقات میں دونوں فریقوں نے ریلوے الیکٹریفکیشن، پورٹ لاجسٹکس اور اسمارٹ ٹرانسپورٹ سسٹمز کے ترجیحی منصوبوں پر ادارہ جاتی تعاون مزید مضبوط بنانے پر اتفاق کیا۔وفاقی وزیر محمد جنید انوار چوہدری نے لی لی کو پاکستان کے دورے کی دعوت بھی دی تاکہ سرمایہ کاری کے مواقع اور ممکنہ انفراسٹرکچر منصوبوں کا جائزہ لیا جاسکے۔لی لی نے دعوت قبول کرتے ہوئے پاکستان میں کمپنی کی سرگرمیوں کو مزید وسعت دینے میں دلچسپی کا اظہار کیا۔

بقیہ نمبر 2

199 کے تحت حاصل ہے، سیشن جج کو نہیں۔فیصلے میں کہا گیا کہ دوسری جانب قبل از گرفتاری ضمانت کی درخواستوں کی منتقلی کے حوالے سے سیشن جج کا اختیار قانون کے مطابق ہے، اس لیے اس حصے کو برقرار رکھا جاتا ہے۔عدالت کے مطابق مقدمے میں مدعا علیہ نمبر دو نے درخواست گزار کے خلاف یہ مؤقف اختیار کیا تھا کہ وہ مقامی بار کا رکن اور وکیل ہے، درخواست گزار اسے ہراساں کر رہا ہے اور اسے تحصیل ہیڈ کوارٹر دیپالپور میں جان لیوا حملے کا خدشہ ہے۔فریقین نے ایک دوسرے پر ہراسانی، دھمکیوں اور حملے کے الزامات بھی عائد کیے جبکہ ان الزامات کے حوالے سے ایف آئی آر بھی درج ہو چکی تھی۔عدالت نے قرار دیا کہ ایسے غیر معمولی حالات میں شفاف انصاف کو یقینی بنانے کے لیے ضمانت کی درخواستوں کی منتقلی کا حکم درست تھا، فیصلے میں اس مسلمہ اصول کو بھی دہرایا گیا کہ انصاف صرف ہونا ہی نہیں چاہیے بلکہ ہوتا ہوا بھی نظر آنا چاہیے۔لاہور ہائیکورٹ نے اس فیصلے میں یہ اصول طے کیا ہے کہ سیشن جج دفعہ 22 اے کے تحت اندراج مقدمہ کی درخواستیں ایک جسٹس آف پیس سے دوسرے جسٹس آف پیس کو منتقل نہیں کرسکتا، جبکہ ایسی منتقلی کا اختیار صرف لاہور ہائیکورٹ کو آئین کے آرٹیکل 199 کے تحت حاصل ہے، البتہ غیر معمولی حالات میں سیشن جج قبل از گرفتاری ضمانت کی درخواستوں کی منتقلی کا اختیار استعمال کرسکتا ہے۔

بقیہ نمبر 3

برائلر گوشت سرکاری نرخنامے سے 20 سے 25 روپے فی کلو زائد قیمت پر فروخت کیا گیا۔

بقیہ نمبر 4

پنجاب کے مطابق رواں سال مون سون بارشوں کے باعث 21 شہری جاں بحق اور 154 زخمی ہوئے۔سیلابی ریلے میں بہنے یا ڈوبنے سے متعلق کوئی جانی نقصان کی اطلاع نہیں۔رواں سال مون سون کے دوران آسمانی بجلی گرنے سے 2، عمارات گرنے سے 15، کرنٹ لگنے سے 3 اور پانی میں ڈوبنے سے ایک شخص جاں بحق ہوا۔مون سون بارشوں کے باعث 38 مکانات جزوی طور پر متاثر ہوئے جبکہ ایک مویشی ہلاک ہوا۔ڈائریکٹر جنرل پی ڈی ایم اے پنجاب کے مطابق بارشوں کے باعث اربن فلیش فلڈنگ کا خدشہ ہے۔دوسری جانب خیبرپختونخوا کے مختلف اضلاع میں مکانات کی چھتیں و دیواریں گرنے اور سیلابی ریلوں میں بہہ جانے کے حادثات رونما ہوئے جس میں 22 افراد جان کی بازی ہار گئے، جبکہ 23 زخمی ہوئے۔رپورٹ کے مطابق جاں بحق ہونے والوں میں 9 مرد، 10 بچے اور 3 خواتین شامل ہیں، جبکہ زخمیوں میں 11 مرد، 5 خواتین، 7 بچے شامل ہیں۔ترجمان پی ڈی ایم اے کے مطابق بارشوں سے 37 گھر متاثر، 8 مکمل منہدم اور 29 کو جزوی نقصان پہنچا۔پی ڈی ایم اے کے مطابق حادثات پشاور، نوشہرہ، خیبر، مردان، بونیر، باجوڑ، شانگلہ، صوابی، چترال لوئر میں پیش آئے۔دیر لوئر اور اپر، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہری پور، ٹانک، کرم، اورکزئی اور شمالی و جنوبی وزیرستان بھی متاثر ہوئے۔

بقیہ نمبر 5

ملاقات جس میں پاکستان اور امریکا کے درمیان اقتصادی اور تجارتی تعاون کو مزید وسعت دینے کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ملاقات کے دوران طویل مدتی ترقیاتی منصوبوں کیلئے مالی وسائل کی فراہمی، امریکی سرمایہ کاری کے فروغ اور کاٹن، سویابین اور ہائیڈروکاربن سمیت مختلف زرعی و تجارتی شعبوں میں تعاون بڑھانے پر خصوصی گفتگو ہوئی۔وزیر خزانہ محمد اورنگزیب نے ترجیحی منصوبوں کے لیے ایکسپورٹ امپورٹ بینک کی جانب سے مجوزہ فریم ورک، کثیر سالہ لین دین کے نظام اور امریکی فنانسنگ، جدید ٹیکنالوجی، آلات اور خدمات تک رسائی آسان بنانے کی تجاویز کو خوش آئند قرار دیا۔انہوں نے اس پیش رفت کو دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی شراکت داری مضبوط بنانے کی جانب ایک اہم قدم قرار دیا۔ملاقات میں دونوں فریقوں نے طویل مدتی مالیاتی لین دین کو آگے بڑھانے، رابطوں کو مضبوط بنانے کے لیے فوکل پرسنز مقرر کرنے اور مجوزہ اسٹریٹجک فریم ورک کو جلد از جلد حتمی شکل دینے پر اتفاق کیا۔اس موقع پر امید ظاہر کی گئی کہ ستمبر 2026 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر پاکستان اور امریکا کے درمیان اس اسٹریٹجک فریم ورک پر باقاعدہ دستخط کیے جائیں گے، جس سے دونوں ممالک کے اقتصادی اور تجارتی تعلقات کو مزید استحکام حاصل ہوگا۔

بقیہ نمبر 6

العظیم کے انتقال پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔اپنے تعزیتی پیغام میں سپیکر سردار ایاز صادق نے مرحوم کے اہل خانہ اور جماعت اسلامی کے ارکان سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا۔سپیکر سردار ایاز صادق نے کہا کہ امیر العظیم کا انتقال ان کے اہل خانہ، دوست احباب اور جماعت اسلامی کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔سپیکر سردار ایاز صادق نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور سوگوار خاندان کو یہ ناقابل تلافی نقصان صبر و جمیل کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔سپیکر قومی اسمبلی سردار ایاز صادق نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ امیر العظیم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

بقیہ نمبر 7

پاکستان کے سیکرٹری جنرل امیر العظیم کی وفات پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔جمعرات کو سماجی رابطے کے پلیٹ فارم "ایکس" پر اپنی ایک پوسٹ میں وفاقی وزیر اطلاعات نے کہا کہ جماعت اسلامی پاکستان کے سیکرٹری جنرل امیر العظیم کی وفات پر بے حد افسوس ہے۔وہ ایک باوقار اور اصول پسند سیاسی شخصیت تھے، جن کی قومی و سیاسی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔انہوں نے کہا کہ اس مشکل کی گھڑی میں میری دلی ہمدردیاں ان کے اہل خانہ کے ساتھ ہیں۔

بقیہ نمبر 8

زور دیا ہے کہ بیرون ملک مقیم پاکستانی نوجوان تعلیمی اور پیشہ ورانہ روابط کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اپنے علم، تجربے، جدت اور سرمایہ کاری کے ذریعے پاکستان کی سماجی و معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔پاکستان کے نوجوانوں اور عالمی پاکستانی

برادری کے درمیان مضبوط روابط دونوں ممالک اور میزبان معاشروں کے لیے دیرپا اور مثبت نتائج کا باعث بن سکتے ہیں۔جمعرات کو وزیراعظم یوتھ پروگرام سے جاری بیان کے مطابق چیئرمین وزیراعظم یوتھ پروگرام رانا مشہود احمد خاں نے شکاگو میں پاکستان کے قونصل خانے میں پاکستانی نژاد امریکی نوجوانوں، ممتاز کمیونٹی رہنماؤں، تعلیمی اداروں کے نمائندوں اور مختلف پیشہ ورانہ نیٹ ورکس سے تعلق رکھنے والے افراد سے ایک خصوصی ملاقات اور تعاملی نشست میں شرکت کی۔دورے کے آغاز پر چیئرمین وزیراعظم یوتھ پروگرام نے شکاگو میں پاکستان کے قونصل جنرل زمان مہدی سے ملاقات کی۔اس موقع پر بیرون ملک مقیم پاکستانیوں، خصوصاً نوجوانوں، کے ساتھ روابط کو مزید مضبوط بنانے، تعلیم، ہنر مندی، جدت، کاروباری مواقع اور سرمایہ کاری کے شعبوں میں تعاون کے فروغ پر تبادلہ خیال کیا گیا۔اپنے خیر مقدمی کلمات میں قونصل جنرل زمان مہدی نے کہا کہ پاکستان کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی نوجوان آبادی ہے۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ بیرون ملک مقیم پاکستانی نوجوان تعلیمی اور پیشہ ورانہ روابط کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اپنے علم، تجربے، جدت اور سرمایہ کاری کے ذریعے پاکستان کی سماجی و معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کے نوجوانوں اور عالمی پاکستانی برادری کے درمیان مضبوط روابط دونوں ممالک اور میزبان معاشروں کے لیے دیرپا اور مثبت نتائج کا باعث بن سکتے ہیں۔اپنے خطاب میں چیئرمین وزیراعظم یوتھ پروگرام رانا مشہود احمد خاں نے حکومت پاکستان کے نوجوانوں کو بااختیار بنانے کے وژن پر روشنی ڈالی۔انہوں نے وزیراعظم یوتھ پروگرام کے چار بنیادی ستونوں تعلیم، روزگار و کاروباری مواقع، نوجوانوں کی شمولیت، اور ماحولیات کا تفصیل سے ذکر کیا۔انہوں نے پروگرام کے اہم اقدامات، جن میں ڈیجیٹل یوتھ ہب، ہنر مندی کے پروگرام، کاروبار اور زراعت کے لیے مالی معاونت، وظائف، کھیلوں کے فروغ اور قیادت سازی کے مواقع شامل ہیں پر روشنی ڈالی۔انہوں نے پاکستانی نژاد امریکی برادری پر زور دیا کہ وہ وزیراعظم یوتھ پروگرام کے ساتھ شراکت داری کرتے ہوئے پاکستان کے نوجوانوں کے لیے مزید مواقع پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔اس موقع پر وزیراعظم یوتھ پروگرام کے فوکل پرسن نے پروگرام کے مختلف اقدامات پر تفصیلی بریفنگ دی اور پاکستانی نژاد امریکی کمیونٹی، جامعات اور صنعتی اداروں کے ساتھ تعاون کے امکانات پر روشنی ڈالی تاکہ پاکستانی نوجوانوں کو تعلیم، ہنر مندی، بین الاقوامی روزگار اور پیشہ ورانہ ترقی کے نئے مواقع پیدا کیے جاسکیں۔تقریب کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست منعقد ہوئی، جس میں شرکاء نے نوجوانوں کے باہمی روابط اور تعاون کو مزید مؤثر بنانے کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔بعد ازاں کمیونٹی کے نمائندوں نے چیئرمین وزیراعظم یوتھ پروگرام رانا مشہود احمد خاں کو ان کے دورے اور نوجوانوں کی ترقی و بااختیار بنانے کے لیے خدمات کے اعتراف میں یادگاری تحائف پیش کیے۔

بقیہ نمبر 9

مقام نے کہا ہے کہ مسلم لیگ (ن) کی سیاست کا محور عوامی خدمت اور ترقی ہے، وفاقی حکومت آزاد کشمیر کے عوام کو بجلی اور گندم پر سبسڈی فراہم کر رہی ہے اور مستقبل میں بھی عوام کو ریلیف کے اقدامات جاری رکھے جائیں گے۔میاں محمد نواز شریف نے آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کو این ایف سی ایوارڈ میں حصہ دینے کی خواہش کا بھی اظہار کیا ہے تاکہ ترقی کا عمل مزید تیز کیا جاسکے۔یہاں جاری بیان کے مطابق وزیر امور کشمیر و گلگت بلتستان نے حلقہ ایل اے 12 چڑہوئی میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے امیدوار راجہ ریاست خان کی انتخابی مہم کے سلسلے میں منعقدہ جلسہ عام میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی، جہاں مختلف سیاسی و سماجی شخصیات نے اپنے ہزاروں ساتھیوں اور اہل خانہ سمیت مسلم لیگ (ن) آزاد کشمیر میں شمولیت کا اعلان کیا۔وفاقی وزیر کی جلسہ گاہ آمد پر کارکنوں اور مقامی رہنماؤں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا جبکہ شرکاء نے پرجوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلم لیگ (ن) کی قیادت کے حق میں نعرے لگائے۔اس موقع پر راجہ مجید، راجہ قیوم، راجہ سلیم، راجہ قرین انجم، راجہ سعید خان، نمبردار راجہ رازق، راجہ نعیم، راجہ عزیز سلیم اور راجہ امین زاہد نے اپنے ہزاروں ساتھیوں اور اہل خانہ سمیت پاکستان مسلم لیگ (ن) میں شمولیت کا اعلان کیا۔اس کے علاوہ سینئر رہنما عابد علی، مسلم لیگ (ن) کے امیدوار راجہ [illegible]، سابق چیئرمین افضل خان، کونسلر اشفاق گجر، راجہ احتشام، اسامہ عبد الطاف، [illegible] پیر سائیں [illegible] مسلم لیگ (ن) کے دیگر رہنما، کارکنان اور عوام کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انجینئر امیر مقام نے کہا کہ چڑہوئی کے عوام سے ان کا خصوصی تعلق اور محبت ہے اور وہ ہمیشہ اس حلقے کے عوام کے ساتھ کھڑے رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔انہوں نے مسلم لیگ (ن) میں شامل ہونے والی تمام شخصیات کا خیرمقدم کرتے ہوئے قائد میاں محمد نواز شریف، وزیراعظم محمد شہباز شریف اور پارٹی قیادت کی جانب سے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ پارٹی پر اعتماد کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کیا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) کی سیاست کا محور عوامی خدمت اور ترقی ہے، جبکہ ماضی میں ترقیاتی کارکردگی ہی کسی بھی سیاسی جماعت کی اصل پہچان ہوتی ہے۔انہوں نے کہا کہ جو قیادت ماضی میں عوامی خدمت کرتی رہی، وہ آئندہ بھی اسی جذبے کے ساتھ سرگرم رہے گی۔[illegible] حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے اور عوام کو بہتر سفری سہولیات فراہم کی جائیں گی۔انہوں نے کہا کہ قائد مسلم لیگ (ن) میاں محمد نواز شریف اور وزیراعظم محمد شہباز شریف نے ہمیشہ آزاد کشمیر کو خصوصی اہمیت دی ہے۔[illegible] انجینئر امیر مقام نے بتایا کہ 20 ارب روپے کی لاگت سے آزاد کشمیر میں پانچ دانش اسکول تعمیر کیے جا رہے ہیں، یہ منصوبہ نوجوان نسل کو معیاری تعلیم کی فراہمی کی جانب ایک اہم قدم ہے [illegible] منظور کیا۔

بقیہ نمبر 10

خواجہ آصف کا بیان پارٹی یا حکومت کی پالیسی نہیں، ان کی ذاتی رائے ہے۔نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے رانا ثناء اللہ نے کہا کہ [illegible] عوام کو [illegible] کشمیری عوام [illegible] تو (ن) لیگ کو ووٹ دیں [illegible] جائے گی۔

بقیہ نمبر 11

وفاقی وزیر صحت سید مصطفیٰ کمال، وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات عطاء اللہ تارڑ اور متعلقہ اعلیٰ سرکاری افسران نے شرکت کی۔وزیراعظم نے [illegible] آبادی [illegible] معاشی استحکام اور انسانی وسائل [illegible] ہم آہنگ [illegible] اقدامات [illegible] ہم آہنگی [illegible] آبادی پر قابو

پانے کے مؤثر عوامی آگہی مہم کا کلیدی کردار ہے۔وزیراعظم نے نیشنل پاپولیشن کونسل کا اجلاس جلد از جلد بلانے کی ہدایت کی۔اجلاس کو ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی، بہبود آبادی اور نیشنل پاپولیشن کونسل کے اجلاس کی تیاریوں کے حوالے سے بریفنگ دی گئی۔اجلاس کو بتایا گیا کہ نیشنل پاپولیشن کونسل کا اجلاس جلد بلایا جائے گا جس میں تمام صوبوں، گلگت بلتستان کے وزرائے اعلیٰ، آزاد کشمیر کے وزیراعظم اور دیگر تمام متعلقہ اداروں کے نمائندے اور سٹیک ہولڈرز شرکت کریں گے تاکہ بہبود آبادی کے حوالے سے جامع حکمت عملی ترتیب دی جاسکے۔نیشنل پاپولیشن کونسل سیکریٹریٹ کے آپریٹنگ طریقہ کار کو تیار کر لیا گیا ہے، نیشنل سٹیبلائزیشن پلان 35-2026 تیار کیا جا رہا ہے، جس میں آبادی بڑھنے کی رفتار کو کم کرنے کے حوالے سے قومی فریم ورک پیش کیا جائے گا، اس پلان کے تحت آبادی میں اضافے کی شرح کو موجودہ 2.55 فیصد سے کم کر کے 2035 تک 1.25 فیصد تک لے جانے کا ہدف رکھا جا رہا ہے، پاپولیشن سٹیبلائزیشن کے نئے فریم ورک کے تحت صحت، تعلیم، نوجوان آبادی، لیبر فورس میں خواتین کی تعداد میں اضافے، پیشہ ورانہ تربیت اور سماجی تحفظ پر توجہ مرکوز کی جائے گی، وفاقی حکومت کے سماجی تحفظ کے کئی اقدامات کو بہبود آبادی سے مشروط کرنے کے حوالے سے کام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

بقیہ نمبر 12

بیان کے مطابق صدر مملکت نے حالیہ بارشوں اور ان کے نتیجے میں قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع اور گھروں، بنیادی ڈھانچے اور املاک کو پہنچنے والے نقصان پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا۔انہوں نے جاں بحق افراد کے اہل خانہ سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے متاثرہ خاندانوں سے مکمل یکجہتی کا اظہار کیا۔صدر مملکت نے نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے)، صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹیز (پی ڈی ایم ایز)، صوبائی حکومتوں اور مقامی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ وہ باہمی رابطے کو ہر ممکن حد تک مؤثر بنائیں اور بروقت ابتدائی انتباہات کو یقینی بنائیں۔انہوں نے بارشوں، دریاؤں کے بہاؤ اور بالائی آبی ذخائر میں پانی کی سطح کی مسلسل نگرانی کی ضرورت پر زور دیا اور خصوصاً گلگت بلتستان اور آزاد جموں و کشمیر اور زیریں علاقوں کو ممکنہ سیلاب سے نمٹنے کے لیے پیشگی تیاریاں مکمل رکھنے کی ہدایت کی۔صدر مملکت نے متعلقہ اداروں کو ہدایت کی کہ ریسکیو اور امدادی وسائل پہلے سے حساس مقامات پر دستیاب رکھے جائیں، کمزور اور خطرے سے دوچار آبادیوں اور اہم بنیادی ڈھانچے کے تحفظ کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ اچانک سیلاب، گلیشیائی جھیلوں کے پھٹنے سے آنے والے سیلاب (گلوف) اور لینڈ سلائیڈنگ کے خطرات والے علاقوں میں سیاحوں اور دیگر لوگوں کی حفاظت کے لیے بھی ضروری اقدامات کیے جائیں۔صدر آصف علی زرداری نے اس بات کی بھی ہدایت کی کہ تمام متعلقہ ادارے ہر وقت چوکس رہیں اور جہاں کہیں بھی انسانی جانوں یا املاک کو خطرہ لاحق ہو وہاں فوری اور مؤثر کارروائی کو یقینی بنائیں۔انہوں نے عوام پر زور دیا کہ وہ سرکاری ہدایات پر عمل کریں اور شدید بارش، اچانک سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ یا موسم سے متعلق دیگر خطرات کی وارننگ والے علاقوں کا غیر ضروری سفر کرنے سے گریز کریں۔صدر مملکت نے امدادی کارروائیوں میں مصروف ریسکیو اہلکاروں اور ہنگامی خدمات انجام دینے والے عملے کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے ملک بھر کے عوام کی سلامتی کے لیے دعا کی۔

بقیہ نمبر 13

مالی سال کے دوران غیر ملکی سرمایہ کاری پر منافع کی منتقلی 2 ارب 31 کروڑ ڈالر تک پہنچ گئی۔صرف رواں سال جون میں غیر ملکی کمپنیوں کی جانب سے منافع 15 کروڑ 14 لاکھ ڈالر رہی۔اسٹیٹ بینک کے مطابق مالیاتی شعبہ، توانائی، خوراک، مواصلات اور تمباکو کے شعبے منافع کی منتقلی کے حوالے سے نمایاں رہے۔

بقیہ نمبر 14

خراج عقیدت پیش

بقیہ نمبر 15

کہ سب سے پہلے سندھ طاس معاہدے کی بات۔اس معاہدے میں کہیں بھی اسے نام نہاد معطل کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہیں۔انہوں نے کہا کہ بھارت کا یکطرفہ اقدام سراسر غیر قانونی ہے۔اگست 2025 میں ثالثی عدالت نے اپنے فیصلے میں واضح طور پر قرار دیا کہ سندھ طاس معاہدہ، اس کے تنازعات کے تصفیے کے طریقہ کار سمیت، بدستور مؤثر، قانونی طور پر لازم اور مکمل طور پر نافذ العمل ہے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کی آبادی کو بھوک اور پانی کی قلت کا شکار بنانے کے اعلان کردہ مقصد کے تحت مشترکہ آبی وسائل کو سیاسی دباؤ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا بین الاقوامی قانون اور قانونی معاہدوں کی سنگین خلاف ورزی ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ صورتحال علاقائی اور عالمی امن و سلامتی کے لیے براہ راست خطرہ ہے اور آج کے مباحثے سے مکمل طور پر متعلق ہے۔انصار شاہ نے کہا کہ دوسری بات دہشت گردی سے متعلق بھارت کا بے بنیاد الزام دراصل پاکستان کے خلاف اس کی دہشت گردی کی سرپرستی اور مالی معاونت پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے۔انہوں نے کہا کہ بھارت کے حمایت یافتہ دہشت گرد گروہوں، جن میں تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی)، بلوچ لبریشن آرمی (بی ایل اے) اور مجید بریگیڈ شامل ہیں نے پاکستان میں ہزاروں شہریوں اور قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو شہید کیا ہے جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔انہوں نے کہا کہ شمالی امریکہ سمیت دیگر ممالک میں ماورائے عدالت قتل کی کارروائیوں میں بھارت کے ملوث ہونے کے شواہد بھی سب کے سامنے ہیں۔انہوں نے کہا کہ بھارت دہشت گردی کا شکار نہیں بلکہ دہشت گردی کا سرپرست ہے۔بھارتی نمائندے کو آئینہ دکھاتے ہوئے انصار شاہ نے کہا کہ بھارت ریاستی دہشت گردی کا بھی مرتکب ہے، خصوصاً بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں و کشمیر میں، جہاں کشمیری عوام کو سلامتی کونسل کی متعدد قراردادوں کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے حق خودارادیت سے مسلسل محروم رکھا جا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ بھارت اقوام متحدہ کے منشور، بالخصوص آرٹیکل 25، کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے، جس کے مطابق تمام رکن ممالک سلامتی کونسل کے فیصلوں پر عمل درآمد کے پابند ہیں۔جموں و کشمیر نہ کبھی بھارت کا حصہ تھا اور نہ ہی ہے۔انہوں نے کہا کہ قابض طاقت کے کسی بھی یکطرفہ یا غیر قانونی اقدام سے جموں و کشمیر کی تاریخی، قانونی اور متنازع حیثیت تبدیل نہیں کی جاسکتی۔پاکستان کے فرسٹ سیکرٹری انصار شاہ نے کہا کہ بھارت کو چاہیے کہ وہ بین الاقوامی قانون، اقوام متحدہ کے منشور اور سلامتی کونسل کی قراردادوں کے تحت اپنی تمام قانونی ذمہ داریاں پوری کرے، نہ کہ ان کی خلاف ورزی کرے اور مسلمہ حقائق سے انکار کرتا رہے۔

بقیہ نمبر 16

ہوئے ایرانی صدر نے کہا کہ دونوں ممالک کے تعلقات محض ہمسایہ ممالک کے تعلقات سے کہیں زیادہ گہرے ہیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان اور ایران کے تعلقات مضبوط تاریخی، ثقافتی، مذہبی اور برادرانہ رشتوں پر استوار ہیں۔انہوں نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ ایران پاکستان کو ایک قابل اعتماد شراکت دار اور برادر ملک سمجھتا ہے اور اسے تمام ایرانیوں کا دوسرا گھر قرار دیا۔صدر ڈاکٹر مسعود پزشکیان نے اس یقین کا اظہار کیا کہ آنے والے برسوں میں پاکستان اور ایران کے تعلقات مزید مستحکم ہوں گے۔

بقیہ نمبر 17

کی کارکردگی پر اپنے اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں۔اگر پیپلز پارٹی پنجاب میں چوتھے نمبر کی جماعت ہے تو اس کا ذمہ دار مسلم لیگ (ن) نہیں بلکہ ان کی اپنی سیاسی کارکردگی ہے۔وزیر اطلاعات نے کہا کہ جب مرتضیٰ وہاب لاہور میں سیکھنے آئے تو پنجاب حکومت نے ہر ممکن تعاون کیا۔ہماری خواہش ہے کہ جس طرح پنجاب میں ترقی اور خوشحالی آئی ہے، اسی طرح سندھ کے عوام بھی بہتر طرز حکمرانی اور ترقی کے ثمرات سے مستفید ہوں۔انہوں نے بلاول بھٹو زرداری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک بڑی سیاسی جماعت کے چیئرمین ہیں، انہیں نفرت اور تقسیم کی سیاست سے گریز کرتے ہوئے اپنے منصب کا خیال رکھنا چاہیے۔عظمیٰ بخاری نے مزید کہا کہ سندھ میں ترجمانوں کی ایک پوری فوج صرف پنجاب پر تنقید کرنے کے لیے سرگرم نظر آتی ہے لیکن کبھی سندھ حکومت کی کارکردگی بھی عوام کے سامنے نہیں رکھی جاتی۔اگر سندھ حکومت کی کارکردگی واقعی مثالی ہوتی تو سندھ کے عوام مریم نواز شریف جیسی قیادت کی خواہش کا اظہار نہ کرتے۔انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ پنجاب حکومت وزیراعلیٰ مریم نواز شریف کی قیادت میں عوامی خدمت، شفاف حکمرانی اور یکساں ترقی کے ایجنڈے پر اسی جذبے کے ساتھ کام جاری رکھے گی۔

بقیہ نمبر 18

خودمختار مفادات کے لیے سنگین خطرہ تصور کیا جائے گا۔طاہر حسین اندرابی نے کہا کہ اقوام متحدہ کے قانون کے مطابق پاکستان اپنے سمندری اثاثوں کی دفاع کے لیے طاقت کے استعمال کا حق محفوظ رکھتا ہے، پاکستان اپنے بحری مفادات کے تحفظ کے لیے پرعزم ہے۔دفتر خارجہ نے کہا کہ پاکستان نے تمام فریقوں پر ضبط و تحمل کا مظاہرہ کرنے پر زور دیا ہے، پاکستان کو مشرق وسطیٰ میں کشیدگی پر تشویش ہے، پاکستان مذاکرات اور سفارتکاری کی کوشش کی حمایت رکھے گا، ایران امریکا مذاکرات کے لیے پرامید ہیں۔انہوں نے بتایا کہ ایرانی وزیر داخلہ نے وزیراعظم، نائب وزیراعظم، فیلڈ مارشل سے ملاقاتیں کی ہیں، پاکستان کی سفارتی کوشش جاری ہے، بات چیت ہی کشیدگی کا واحد حل ہے، تجارتی جہازوں کو دھمکیاں علاقائی امن، عالمی تجارت کیلئے سنگین خطرہ ہیں۔انہوں نے مزید بتایا کہ نائب وزیراعظم نے آسیان ریجنل فورم کے موقع پر مختلف ممالک کے وزرائے خارجہ سے اہم ملاقاتیں کی ہیں، ملاقاتوں میں مشرق وسطیٰ میں قیام امن، کشیدگی کے خاتمے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔دفتر خارجہ نے کہا کہ پاکستان کو سعودی عرب کے خلاف حوثی ملیشیا کی مسلسل دھمکیوں پر شدید تشویش ہے، بحیرہ احمر میں تجارتی جہازوں کو نشانہ بنانے کے اعلانات کی شدید مذمت کرتے ہیں، مشرق وسطیٰ کے تنازع میں سعودی عرب کو گھسیٹنے کی کوششوں پر تشویش ہے۔ترجمان دفتر خارجہ نے کہا کہ افغانستان میں دہشت گردوں کے محفوظ ٹھکانے بدستور موجود ہیں، افغان طالبان کی طرف سے دہشتگردوں کی پشت پناہی سے علاقائی امن کو خطرہ لاحق ہے۔انہوں نے کہا کہ ہزاروں پاکستانی دہشت گردی کے واقعات میں شہید ہو چکے ہیں، عالمی برادری دہشتگردوں کی پشت پناہی پر افغان طالبان کو جواب دہ ٹھہرائے۔یورپی یونین رپورٹ پر دفتر خارجہ نے ردعمل دیا کہ پاکستان کے لیے جاری کردہ جی ایس پی رپورٹ فائنل ہے، پاکستان 27 کنونشن پر عمل درآمد کر رہا ہے، جی ایس پی پلس درجہ پاکستان کی معیشت کے لیے فائدہ مند رہا ہے، ہم یورپی یونین کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہیں، پاکستان انٹرنیشنل کنونشن پر عملدرآمد کرتا رہے گا۔

بقیہ نمبر 19

اجلاس میں شرکت کے لیے پاکستانی وفد کی قیادت کریں گے۔جمعرات کو دفتر خارجہ کے مطابق اجلاس میں پاکستان، چین، بیلاروس، بھارت، ایران، قازقستان، کرغزستان، روس، تاجکستان اور ازبکستان سمیت ایس سی او کے تمام رکن ممالک کے وزرائے خارجہ شرکت کریں گے۔وزرائے خارجہ کونسل ایس سی او کا تیسرا اعلیٰ ترین فورم ہے جو بین الاقوامی تعلقات سمیت تنظیم کے رکن ممالک کی خارجہ اور سلامتی سے متعلق پالیسیوں پر غور کرتا ہے۔دورہ کرغزستان کے دوران نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ جمہوریہ کرغزستان کے صدر سے بھی ملاقات کریں گے جبکہ وہ اجلاس کے موقع پر ایس سی او کے رکن ممالک کے اپنے ہم منصبوں سے متعدد دوطرفہ ملاقاتیں بھی کریں گے۔

بقیہ نمبر 20

نے دعویٰ کیا کہ ایران معاہدہ کرنے کی منتیں کر رہا ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ ابھی بھی کسی معاہدے کے لیے تیار نہیں، اگر وہ معاہدہ نہیں کرتا تو اسے اس کی قیمت چکانا ہوگی۔روبیو نے الزام عائد کیا کہ ایران جب بھی کوئی معاہدہ کرتا ہے تو یا اسے توڑ دیتا ہے یا اس کی شرائط تبدیل کر دیتا ہے۔یمن کی صورتحال پر بات کرتے ہوئے امریکی وزیر خارجہ نے کہا کہ حوثیوں کو ایران نے گمراہ کیا ہے، امید ہے کہ حوثی باغی کشیدگی میں کمی لائیں گے۔انہوں نے کہا کہ سعودی عرب اہم سٹریٹیجک شراکت دار ہے، اس کے ساتھ جوہری معاہدہ کرنا قابل فہم ہے، سعودی عرب یا دیگر ممالک کے ساتھ کسی بھی جوہری معاہدے میں حفاظتی اقدامات شامل ہوں گے، جوہری معاہدے کانگریس کی منظوری سے ہوں گے۔مارکو روبیو کا کہنا ہے کہ ایشیائی پانیوں میں چینی اقدامات پریشان کن ہیں، روسی ہم منصب سے اچھی اور بے تکلفانہ بات چیت ہوئی، یوکرین جنگ کے خاتمے کے لیے تعمیری کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

بقیہ نمبر 21

مطابق ملاقات میں طویل مدتی منصوبوں کیلئے مالی وسائل کی فراہمی اور کاٹن (کپاس)، سویابین اور ہائیڈروکاربن سمیت متعدد زرعی اجناس میں تجارت کے اضافے پر خصوصی بات چیت کی گئی۔وزیر خزانہ نے ایگزم بنک کی جانب سے ترجیحی منصوبوں کے حوالے سے فریم ورک تشکیل دیے جانے کی تجویز، کثیر سالہ لین دین کے نظام اور امریکی فنانسنگ، ٹیکنالوجی، آلات اور سروسز کے فروغ میں سہولت کاری کو سراہا۔فریقین نے قریب المدت ٹرانزیکشنز، فوکل پرسنز تعینات کرنے اور اسٹریٹیجک فریم ورک کو جلد از جلد حتمی شکل دینے پر اتفاق کیا اور ستمبر 2026 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے دوران سٹریٹیجک فریم ورک پر باقاعدہ دستخط کیے جانے کی امید کا اظہار کیا۔

بقیہ نمبر 22

ہونا شروع ہوگیا۔رواں سال گزشتہ برس کی نسبت زیادہ بارشیں متوقع نہیں جبکہ بھارتی ڈیموں میں پانی کی سطح بھی فی الحال 30 سے 40 فیصد کے درمیان ہے، جس کے باعث صوبے میں فوری طور پر بڑے سیلاب کا خطرہ نہیں۔عمر عباس میلہ نے بتایا کہ بارشوں کے پیش نظر دریاؤں کے اطراف دفعہ 144 نافذ کر دی گئی ہے اور شہریوں کو دریا کے کناروں اور ممکنہ خطرناک مقامات سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ پی ڈی ایم اے کی جانب سے ممکنہ ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے تمام متعلقہ اداروں کو الرٹ رکھا گیا ہے اور ضروری انتظامات مکمل کر لیے گئے ہیں۔ڈی جی پی ڈی ایم اے نے مزید کہا کہ بارشوں کے باعث جہاں کہیں جانی یا مالی نقصان ہوا ہے، حکومت متاثرہ افراد کو مالی امداد فراہم کرے گی۔انتظامیہ صورتحال کی مسلسل نگرانی کر رہی ہے تاکہ کسی بھی ممکنہ ہنگامی صورتحال میں فوری کارروائی یقینی بنائی جاسکے۔

بقیہ نمبر 23

نے صوبہ بھر کے امن و امان کی صورتحال کا تفصیلی جائزہ لیا۔کابینہ کمیٹی نے چہلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و شہداء کربلا کے موقع پر سکیورٹی کے سخت انتظامات کو یقینی بنانے کی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے عرس داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے موقع پر سکیورٹی انتظامات کو یقینی بنانے کی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے آزاد جموں و کشمیر کے انتخابات کے حوالہ سے سکیورٹی انتظامات کو یقینی بنانے کی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے ایم ڈی کیٹ امتحانات کے موقع پر سکیورٹی انتظامات کو یقینی بنانے کی بھی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے مالی سال 27-2026 کیلئے 965.195 ملین روپے کے فنڈز کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے لاء اینڈ آرڈر کی مد میں 80 ملین روپے کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے 22 مختلف کیسز کے لئے جے آئی ٹیز بنانے کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے 28 سپیشل پرائس کنٹرول مجسٹریٹس کو نوٹیفائی جبکہ 15 سپیشل پرائس کنٹرول مجسٹریٹس کو ڈی نوٹیفائی کرنے کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے بہاول پور میں ایک نئے تھانے کے قیام کی بھی منظوری دی۔صوبائی وزیر و چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے امن و امان خواجہ سلمان رفیق نے کہا کہ صوبہ بھر میں امن و امان کی صورتحال تسلی بخش ہے۔عوام کے جان و مال کا تحفظ ریاست کی اولین ترجیح ہے۔

بقیہ نمبر 24

جیسے بنیادی اور کلیدی منصوبوں پر پیش رفت تیزی سے جاری ہے۔ان خیالات کا اظہار وفاقی وزیر ریلوے محمد حنیف عباسی نے اسلام آباد میں ''اڑان پاکستان'' پروگرام کے تحت پاکستان ریلوے سے متعلق منعقدہ خصوصی گول میز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ مالی سال 26-2025 کے دوران پاکستان ریلوے نے 115 ارب روپے کی ریکارڈ آمدن حاصل کی، ادارے کی مجموعی آمدن میں 24.2 فیصد اضافہ ہوا اور آپریٹنگ ریشو 96 فیصد سے کم ہو کر 84 فیصد پر آ گیا ہے۔انہوں نے بتایا کہ مال برداری سے حاصل ہونے والی آمدن 32 ارب روپے سے بڑھ کر 41 ارب روپے تک پہنچ گئی اور پراپرٹی و لینڈ ریونیو میں 113 فیصد کی تاریخی پیش رفت ہوئی ہے۔وزیر ریلوے نے فورم کے انعقاد پر وزیر منصوبہ بندی پروفیسر احسن اقبال کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ریلوے کی بحالی صرف ٹرانسپورٹ کا نہیں بلکہ قومی معاشی ترقی کا منصوبہ ہے۔محمد حنیف عباسی نے کہا کہ پاکستان ریلوے کا بڑا حصہ اپنی معاشی و تکنیکی عمر پوری کر چکا ہے کیونکہ ماضی میں اس پر مطلوبہ سرمایہ کاری نہیں کی گئی۔انہوں نے بتایا کہ تھر کول ریلوے لنکیج منصوبے پر 60 فیصد کام مکمل ہو چکا جو دسمبر 2026 تک مکمل کر لیا جائے گا۔وفاقی وزیر نے زور دیا کہ ڈیجیٹل ٹکٹنگ، سمارٹ سٹیشنز، ای آر پی سسٹمز اور نجی شعبے کی شمولیت کے ذریعے ریلوے کو محفوظ اور مالی طور پر مستحکم ادارہ بنایا جا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ ریلوے پر خرچ ہونے والا پیسہ اخراجات نہیں بلکہ ملک کے مستقبل میں سرمایہ کاری ہے، حکومت اسے دوبارہ قومی ترسیل کی ریڑھ کی ہڈی بنانے کے لیے مکمل طور پر پرعزم ہے۔

بقیہ نمبر 25

اخراج ریکارڈ کیا گیا ہے۔ترجمان کے مطابق کیو بی لنک نہر میں 15 ہزار کیوسک پانی چھوڑا جا رہا ہے جبکہ یہاں بھی بلند درجے کا سیلاب ہے۔دریائے چناب میں مرالہ بیراج پر ایک لاکھ 94 ہزار 452 کیوسک پانی کی آمد اور ایک لاکھ 74 ہزار 452 کیوسک اخراج ریکارڈ کیا گیا ہے جہاں درمیانے درجے کا سیلاب ہے۔دریائے راوی میں کوٹ نینا کے مقام پر 17 ہزار 500 کیوسک بہاؤ ریکارڈ کیا گیا ہے اور پانی میں کمی کا رجحان دیکھا جا رہا ہے۔جسڑ پر 24 ہزار 940 کیوسک، راوی سائفن پر 32 ہزار 577 کیوسک اور شاہدرہ کے مقام پر 32 ہزار 138 کیوسک بہاؤ ریکارڈ کیا گیا جہاں صورتحال معمول کے مطابق اور پانی کی سطح مستحکم ہے۔ترجمان کے مطابق دریائے راوی میں بلوکی ہیڈ ورکس پر 73 ہزار 625 کیوسک پانی کی آمد اور 50 ہزار 725 کیوسک اخراج ریکارڈ کیا گیا ہے، جہاں کم درجے کا سیلاب ہے تاہم صورتحال مستحکم ہے۔دریائے راوی پر سدھنائی بیراج میں 19 ہزار 607 کیوسک پانی کی آمد اور 3 ہزار 607 کیوسک اخراج ریکارڈ کیا گیا جبکہ وہاں بھی صورتحال معمول کے مطابق اور پانی کی سطح مستحکم ہے۔بھارتی آبی جارحیت کے بعد دریائے چناب میں پانی کی سطح مسلسل بلند ہونے سے دریائی بیلٹ کے قریب چنیوٹ کی نشیبی بستیوں سے انخلا کی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔فلڈ کنٹرول روم کے مطابق 3 لاکھ کیوسک کا بڑا ریلا خانکی اور قادر آباد سے ہوتا ہوا چنیوٹ کی حدود میں داخل ہوگا، سیلابی صورتحال کے پیش نظر فلڈ ریلیف کیمپ قائم کر دیے گئے ہیں کیونکہ آئندہ چند گھنٹوں میں پانی کی سطح میں مزید اضافہ ہوگا۔حافظ آباد میں ہیڈ قادر آباد کے مقام پر دریائے چناب میں پانی کی سطح مسلسل بلند ہو رہی ہے۔بھارت کی جانب سے دریائے چناب میں پانی چھوڑے جانے کے بعد پانی کے بہاؤ میں مسلسل اضافہ ریکارڈ کیا جا رہا ہے۔اس وقت 2 لاکھ 45 ہزار 234 کیوسک پانی کی آمد جبکہ 2 لاکھ 30 ہزار 234 کیوسک اخراج ریکارڈ کیا گیا ہے جس کے باعث یہاں درمیانے درجے کا سیلاب ہے۔ننکانہ صاحب میں دریائے راوی ہیڈ بلوکی کے مقام پر پانی کی سطح مسلسل بلند ہونے لگی ہے، جہاں نچلے درجے کا سیلاب ریکارڈ کیا گیا ہے۔ہیڈ بلوکی پر پانی کی آمد 73 ہزار 625 کیوسک جبکہ اخراج 50 ہزار 725 کیوسک ریکارڈ کیا گیا ہے۔ضلعی انتظامیہ نے دریائے راوی کے کنارے آباد شہریوں کو الرٹ جاری کرتے ہوئے ہدایت کی ہے کہ نشیبی علاقوں میں رہائش پذیر افراد اپنے اہل خانہ، مویشیوں اور ضروری سامان کو بروقت محفوظ مقامات پر منتقل کریں۔ضلعی انتظامیہ نے کہا کہ دریائے راوی کے کنارے آباد شہری بلاتاخیر محفوظ مقامات پر منتقل ہوں، ہیڈ بلوکی پر دریائے راوی میں کشتی چلانے پر دفعہ 144 کے تحت پابندی نافذ ہے، شہری ضلعی انتظامیہ کی ہدایات پر عمل کریں۔فلڈ فارکاسٹنگ ڈویژن کے مطابق دریائے چناب کے کناروں پر رہنے والے مکینوں کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور غیر ضروری نقل و حرکت سے گریز کی ہدایت کی گئی ہے۔سیالکوٹ، نارووال اور گوجرانوالہ کے نشیبی علاقوں میں پانی داخل ہونے کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے جبکہ حافظ آباد، چنیوٹ اور جھنگ میں دریائے چناب کے کناروں پر رہنے والے افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔فیصل آباد اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قریبی مواضعات بھی زیر آب آسکتے ہیں، جبکہ ملتان اور مظفرگڑھ کے نشیبی دیہات کے لیے بھی الرٹ جاری کر دیا گیا ہے۔ہیڈ مرالہ سے ہیڈ تریموں تک دریائے چناب سے ملحقہ تمام اضلاع میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی ہے۔مون سون بارشوں کے باعث بھی پنجاب کے دریاؤں میں پانی کے بہاؤ میں اضافہ ہونے لگا۔پی ڈی ایم اے پنجاب کے مطابق دریائے سندھ میں تربیلا اور چشمہ کے مقام پر نچلے درجے کے سیلاب کی صورتحال ہے، تربیلا میں پانی کا بہاؤ 3 لاکھ 36 ہزار، جبکہ چشمہ میں 3 لاکھ 2 ہزار کیوسک ہے۔دریائے راوی میں جسڑ شاہدرہ اور ہیڈ سدھنائی کے مقام پر بہاؤ نارمل ہے، نارروال نالہ بسنتر میں درمیانے درجے کے سیلاب کی صورتحال ہے، گجرات نالہ بھمبر اور وزیرآباد نالہ پلکھو میں نچلے درجے کا سیلاب ہے۔ڈائریکٹر جنرل پی ڈی ایم اے کے مطابق بالائی علاقوں میں بارشوں کے سبب دریاؤں کے بہاؤ میں اضافہ ہوا۔

بقیہ نمبر 26

چناب کے قادرآباد، تریموں اور مرالہ کے مقامات پر ہائی فلڈ جبکہ تربیلا، چشمہ اور دریائے کابل کے نوشہرہ مقام پر نچلے درجے کا سیلاب ہے، تاہم بیشتر دریاؤں اور بیراجوں پر پانی کا بہاؤ معمول کے مطابق ہے۔حکام نے بتایا کہ 18 سے 25 جولائی تک ملک بھر میں موسلا دھار بارشوں کی پیش گوئی ہے، جبکہ گلیشیر جھیل پھٹنے اور فلیش فلڈز کے خطرات بھی موجود ہیں۔کمیٹی کو بتایا گیا کہ سندھ طاس معاہدے کی معطلی کے بعد بھارت کی جانب سے فلڈ ڈیٹا فراہم نہیں کیا جا رہا، تاہم متعلقہ ادارے متبادل ذرائع سے مشرقی دریاؤں کی صورتحال کی نگرانی کر رہے ہیں۔این ڈی ایم اے کے مطابق گلیشیرز کی مانیٹرنگ کے لیے جدید ڈیش بورڈ قائم ہے اور بروقت وارننگ جاری کی جا رہی ہے۔کمیٹی نے دریاؤں کی نگرانی کے لیے جدید اور مصنوعی ذہانت پر مبنی نظام متعارف کرانے کی ضرورت پر زور دیا۔چیئرمین کمیٹی جام سیف اللہ خان نے موسمیاتی تبدیلی کے باعث بڑھتے خطرات کے پیش نظر مؤثر نظام ناگزیر قرار دیا، جبکہ پنجاب اور سندھ کے سیکرٹریز اریگیشن کی آئندہ اجلاس میں ذاتی شرکت یقینی بنانے کی ہدایت کرتے ہوئے عدم شرکت پر کارروائی کا انتباہ بھی دیا۔

بقیہ نمبر 27

حسن مرتضیٰ نے حکومتی ترجمان کو جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ مون سون شروع ہونے سے پہلے ہی پنجاب حکومت کی کارکردگی عوام کے سامنے آ چکی ہے، چند گھنٹوں کی بارش نے لاہور میں حکومتی تیاریوں کے تمام دعوے بے نقاب کر دیئے۔انہوں نے کہا کہ سڑکیں، انڈر پاسز اور نشیبی علاقے دریا کا منظر پیش کر رہے ہیں، ابھی تو مون سون کا آغاز ہے، حکومت کی نااہلی پہلے ہی سامنے آ گئی ہے۔حسن مرتضیٰ کا کہنا تھا کہ سیلاب متاثرین کے لیے بروقت امداد اور بحالی کے اقدامات نظر نہیں آ رہے، چنیوٹ میں ہر سال دریائی کٹاؤ سے دیہات متاثر ہوتے ہیں، مگر مستقل حل آج تک نہیں دیا گیا۔انہوں نے مزید کہا کہ حکومت پورا سال خاموش رہتی ہے اور سیلاب آنے پر صرف انخلاء کی ہدایات جاری کرتی ہے۔انہوں نے زور دیکر کہا کہ عوام کو اعلانات نہیں بلکہ مؤثر منصوبہ بندی اور عملی اقدامات درکار ہیں، حکومتی ترجمان دعووں میں مصروف ہیں جبکہ عوام مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں، پنجاب کے عوام آج خود کو بے یار و مددگار محسوس کر رہے ہیں۔حسن مرتضیٰ نے کہا کہ حکومت کو فوری طور پر سیلاب سے نمٹنے کے لیے جامع اور مؤثر حکمت عملی اپنانا ہوگی، عوامی مسائل کو نظرانداز کرنا کسی بھی حکومت کی ناکامی کا واضح ثبوت ہے۔

بقیہ نمبر 28

نے رورل کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرام (آر سی ڈی پی) کے ہیڈ آفس کا دورہ کیا، جہاں بانی و چیف ایگزیکٹو آفیسر رورل کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرام اور نائب چیئرمین پاکستان مائیکروفنانس نیٹ ورک محمد مرتضیٰ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔اس موقع پر مائیکروفنانس کے شعبے سے وابستہ نمائندوں کے ساتھ ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، جس میں مذہبی اقلیتوں، خواتین اور دیگر پسماندہ طبقات کی معاشی بااختیاری، مالی شمولیت کے فروغ اور سماجی تحفظ سے متعلق مختلف امور پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی وزیر سردار رمیش سنگھ اروڑہ نے کہا کہ مالی شمولیت کمزور اور محروم طبقات کو بااختیار بنانے، غربت میں کمی لانے اور مساوی ترقی کے مواقع فراہم کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

بقیہ نمبر 29

کرنے، بزنس ٹو بزنس تعاون کو مضبوط بنانے اور موجودہ تجارتی ڈائیلاگ کو مزید منظم اقتصادی اور تجارتی فریم ورک میں اپ گریڈ کرنے پر اتفاق کیا ہے۔جمعرات کو وزارت سے جاری بیان کے مطابق یہ مفاہمت وفاقی وزیر تجارت جام کمال خان اور برطانوی ہائی کمشنر جین میریٹ کے درمیان وزارت تجارت میں ملاقات کے دوران طے پائی۔اس موقع پر جام کمال خان نے کہا کہ پاکستان مسابقت کو بہتر بنانے اور کاروبار میں سہولت فراہم کرنے کے لیے ٹیرف ریشنلائزیشن، ڈیجیٹلائزیشن اور ریگولیٹری اصلاحات کو آگے بڑھا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ متوقع ٹیرف و مالیات تک بہتر رسائی سے ایس ایم ایز، ای کامرس وینچرز اور ایکسپورٹ پر مبنی کاروباری اداروں کو نئی منڈیوں میں توسیع میں مدد ملے گی۔وفاقی وزیر نے افریقا اور وسطی ایشیا کو پاکستانی برآمدات کے لیے امید افزا مقامات کے طور پر اجاگر کیا اور معیارات، سرٹیفکیشن، ٹریس ایبلٹی، ماحولیاتی تعمیل اور ویلیو ایڈیشن میں زیادہ تعاون پر زور دیا۔جین میریٹ نے پاکستان کی اقتصادی اصلاحات کو سراہتے ہوئے کہا کہ برطانیہ تجارتی مکالمے کو ایک مضبوط ادارہ جاتی میکانزم میں تبدیل کرنے کے امکانات کا جائزہ لے رہا ہے جس میں واضح طور پر بیان کردہ شعبوں، ورکنگ گروپس اور عمل درآمد کی ٹائم لائنز ہیں۔سیکرٹری کامرس نے کہا کہ پاکستان-برطانیہ کے دو ورکنگ گروپ پہلے ہی کام کر رہے ہیں جبکہ تعاون کو وسیع کرنے کے لیے اضافی گروپوں کی تجویز دی گئی ہے۔انہوں نے کاروبار کو آسان بنانے، سرمایہ کاری کو فروغ دینے اور تجارتی طور پر قابل عمل منصوبوں کی تخلیق میں یوکے-پاکستان بزنس کونسل کے مضبوط کردار پر زور دیا۔دونوں فریقوں نے اس سال موسم خزاں میں اسلام آباد میں آئندہ پاکستان-برطانیہ تجارتی مذاکرات کے انعقاد کے لیے قریبی رابطہ کاری اور کام کرنے پر بھی اتفاق کیا۔

بقیہ نمبر 30

چوہدری شافع حسین بھی ملاقات میں موجود تھے۔ملاقات کے دوران پاکستان اور چین کے مابین لازوال دوستی اور معاشی تعاون پر بات چیت کی گئی۔اس موقع پر گجرات اور چین کے شہر لاڈی کے مابین طے پانے والے سسٹر سٹی معاہدے پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔شجاعت حسین نے کہا کہ جنگ ہو یا امن، سیلاب ہو زلزلہ یا کوئی اور قدرتی آفت، چین ہمیشہ چٹان کی طرح پاکستان کے ساتھ کھڑا نظر آیا ہے، بین الاقوامی ایشوز پر پاکستان اور چین نے ہمیشہ یکساں موقف اختیار کیا، پاکستان ہی وہ ملک ہے جس نے چین کو سب سے پہلے تسلیم کیا تھا، چین کی تیز رفتار ترقی ہمارے لئے رول ماڈل ہے، پاکستان بھی چین کے ترقی کے ماڈل اور ٹیکنالوجی سے استفادہ کرکے ترقی کی منزل پاسکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ گجرات اور لاڈی سٹی کے مابین معاشی تعاون کا معاہدہ خوش آئند ہے، اس معاہدے پر عملدرآمد سے دونوں شہروں کے عوام کو فائدہ ہوگا۔ڈی میئر لاڈی سٹی یانگ وائے نے کہا کہ سابق وزیر اعظم پاکستان چوہدری شجاعت حسین نے چین اور پاکستان کے معاشی تعاون کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا، امید ہے آنے والے وقت میں چین اور پاکستان کی دوستی اور معاشی تعاون مزید بڑھے گا، لاڈی سٹی اور گجرات کے مابین طے پانے والے سسٹر سٹی کے معاہدے پر عملدرآمد کیلئے تیز رفتار اقدامات کیے جائیں گے۔

بقیہ نمبر 31

منصفانہ حل کی حمایت جاری رکھے گا، جبکہ عالمی برادری کو بین الاقوامی قانون کے تحفظ اور تنازعات کے پرامن حل کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

بقیہ نمبر 32

سے 70 ناٹیکل میل دور جہاز میں آگ لگنے کی اطلاع ملی ہے۔ٹینکر کے کپتان کے مطابق میزائل لگنے سے آگ لگی ہے، کسی جانی نقصان یا ماحولیاتی اثرات رپورٹ نہیں ہوئے۔واضح رہے کہ کچھ روز قبل یمن کی حوثی تنظیم انصار اللہ نے سعودی عرب کی بحری ناکا بندی کا اعلان کیا تھا۔ترجمان انصار اللہ نے کہا تھا کہ سعودی عرب کے خلاف بحری ناکا بندی کا اعلان کر رہے ہیں، یہ فیصلہ سعودی عرب کی جانب سے یمن پر عائد کیے گئے محاصرے کے جواب میں کیا گیا ہے، یمن کے صنعا ایئرپورٹ کی بندش ناقابل قبول ہے، اس بندش کا جواب بندش سے دیا جائے گا۔

بقیہ نمبر 33

صحت کی سہولیات اور تعلیمی نظام میں مؤثر انداز سے ضم کیا جائے تاکہ ذہنی بیماریوں کی بروقت تشخیص، فوری علاج اور عوامی سطح پر ذہنی صحت کے فروغ کو یقینی بنایا جاسکے۔انہوں نے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ (این آئی ایچ) کے تعاون سے قومی ذہنی صحت ڈیٹا ڈیش بورڈ قائم کرنے کی ہدایت دی تاکہ شواہد پر مبنی منصوبہ بندی، مؤثر نگرانی اور بہتر پالیسی سازی کو فروغ دیا جاسکے۔وزیر صحت نے پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل (پی ایم ڈی سی) کے ساتھ مل کر ذہنی صحت کے حوالے سے جامع پالیسی مرتب کرنے کی بھی ہدایت کی۔انہوں نے کہا کہ صحت کے شعبے سے وابستہ پیشہ ور افراد کے لیے ذہنی صحت سے متعلق لازمی سرٹیفکیشن اور ڈپلومہ پروگرام متعارف کرائے جائیں۔مصطفیٰ کمال نے ہدایت دی کہ وزارت صحت کے تحت قائم تمام ٹیلی میڈیسن مراکز میں ذہنی صحت کی خدمات کو باقاعدہ شامل کیا جائے تاکہ ملک بھر میں عوام کو آسانی سے نفسیاتی معاونت اور مشاورت فراہم کی جا سکے۔انہوں نے جوائنٹ سیکرٹری (ہسپتال) اور چیف ایگزیکٹو آفیسر، اسلام آباد ہیلتھ کیئر ریگولیٹری اتھارٹی کو ہدایت کی کہ تمام سرکاری و نجی اسپتالوں کے ڈاکٹروں کو ذہنی صحت سے متعلق خصوصی تربیت دینے کیلئے جامع تجاویز تیار کریں اور اس مقصد کے لیے قانون اور قواعد میں ضروری ترامیم کی سفارشات بھی پیش کریں۔وفاقی وزیر صحت نے ذہنی صحت کے شعبے کو مضبوط بنانے کیلئے نیشنل مینٹل ہیلتھ پالیسی کی تشکیل پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ورلڈ مینٹل ہیلتھ ڈے 2026 کی تیاریوں کو تیز کیا جائے اور عوامی آگاہی مہم کو مؤثر انداز میں آگے بڑھانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کیے جائیں۔انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ حکومت پاکستان میں شواہد پر مبنی، معیاری اور ہر فرد کی دسترس میں ذہنی صحت کی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے تمام دستیاب وسائل بروئے کار لائے گی۔

بقیہ نمبر 34

کی بھی اور پارٹی کو پنجاب کے عوام سے کوئی بغض نہیں۔انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی سندھ، پنجاب، بلوچستان اور خیبر پختونخوا سمیت پورے پاکستان کے عوام سے یکساں محبت کرتی ہے۔انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) کے دور حکومت میں پنجاب کا مجموعی قرضہ 148 ارب روپے سے بڑھ کر 692 ارب روپے تک پہنچ گیا، جبکہ ناکام گندم پالیسی کے باعث کسانوں کو اربوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑا اور صوبے پر سینکڑوں ارب روپے کا اضافی مالی بوجھ پڑا۔شرجیل انعام میمن نے کہا کہ کراچی ملک کی ٹیکس وصولیوں میں سب سے زیادہ حصہ ڈالتا ہے، تاہم پیپلز پارٹی لاہور اور کراچی کے عوام میں کوئی تفریق نہیں کرتی۔

بقیہ نمبر 35

دوران وزیراعظم نے بحیرہ احمر میں سعودی آئل ٹینکرز پر حوثی ملیشیا کے بزدلانہ حملوں کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کی۔انہوں نے کہا کہ ایسے اقدامات قطعی ناقابل قبول اور بین الاقوامی قانون کی صریح خلاف ورزی ہے۔وزیراعظم نے کہا کہ یہ اقدامات جہاز رانی اور تجارتی نقل و حمل کی آزادی کے لیے خطرہ اور علاقائی امن، سلامتی اور استحکام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔انہوں نے برادر ملک سعودی عرب کے ساتھ پاکستان کی مکمل یکجہتی کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ خود، فیلڈ مارشل سید عاصم منیر اور پوری پاکستانی قوم اس نازک وقت میں سعودی قیادت اور مملکت کے برادر عوام کے ساتھ مضبوطی اور عزم کے ساتھ کھڑے ہیں۔

بقیہ نمبر 36

کہا کہ بجلی تقسیم کار کمپنیوں کی غفلت کی وجہ سے لوگ جان سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔کھمبوں پر بجلی کے بے ہنگم لٹکتے تار انسانی جانوں کے لئے شدید خطرہ بن چکے ہیں۔وزیراعلیٰ مریم نواز شریف کی زیر صدارت اعلیٰ سطح اجلاس منعقد ہوا جس میں اہم فیصلے کیے گئے اور ہدایات کیں۔اجلاس میں واسا اور دیگر متعلقہ محکموں نے مون سون پر تفصیلی بریفنگ دی۔وزیراعلیٰ مریم نواز شریف نے صوبائی وزیر صحت خواجہ سلمان رفیق، وزیر ہاؤسنگ بلال یٰسین، وزیر بلدیات ذیشان رفیق اور پوری ٹیم کو شاباش دی۔اجلاس میں وزیراعلیٰ مریم نواز شریف نے گجرات، اوکاڑہ، لاہور اور مری کے ڈپٹی کمشنرز اور ایم ڈی واسا کو بھی شاباش دی۔وزیراعلیٰ مریم نواز شریف کی واسا کمپلینٹ ہیلپ لائن پر فوری ایکشن اور شکایات کے حل کا ریکارڈ مرتب کرنے کی ہدایت کی۔وزیراعلیٰ مریم نواز شریف نے دریاؤں، ڈیموں اور بیراج پر نہانے کی پابندی یقینی بنانے اور ڈرون سے مانیٹرنگ کرنے کی بھی ہدایت کی۔وزیراعلیٰ مریم نواز شریف نے عوام کو بارش اور فلڈ کی صورتحال سے آگاہ کرنے کیلئے مساجد، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر اعلانات کرانے کا حکم دیا اور مون سون کے دوران ہر کنسٹرکشن سائٹ کو باقاعدہ طور پر محفوظ بنانے کی ہدایت کی۔

بقیہ نمبر 37

آزاد جموں و کشمیر کی کاوشوں اور الیکشن کمیشن آزاد جموں و کشمیر کی بروقت کارروائی پر شکر گزار ہیں۔

بقیہ نمبر 38

مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ملاقات کے دوران دونوں رہنماؤں نے پاکستان اور عمان کے درمیان تعاون کی مثبت پیش رفت پر اطمینان کا اظہار کیا۔اس موقع پر اعلیٰ سطح کے تبادلوں، تجارت اور سرمایہ کاری میں اضافے، عوامی روابط کو فروغ دینے، کاروباری برادریوں کے درمیان تعلقات مضبوط بنانے اور کثیرالجہتی فورمز پر مسلسل رابطہ و تعاون بڑھانے پر اتفاق کیا گیا۔اسحاق ڈار اور عمانی وزیر خارجہ نے تازہ ترین علاقائی اور عالمی صورتحال پر بھی گفتگو کی۔عمان کے وزیر خارجہ نے خطے میں مکالمے، کشیدگی میں کمی اور امن و سلامتی کے فروغ کے لیے پاکستان کے تعمیری کردار کو سراہا۔دونوں رہنماؤں نے خطے میں حالیہ پیش رفت پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے جنگ بندی برقرار رکھنے، بین الاقوامی قانون کے احترام اور خطے میں دیرپا امن و استحکام کے لیے مشترکہ کوششوں کی اہمیت پر زور دیا۔ملاقات کے اختتام پر دونوں ممالک نے باہمی دلچسپی کے امور پر قریبی رابطے برقرار رکھنے پر اتفاق کیا۔

بقیہ نمبر 39

مواقع پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔برطانوی وفد میں پولیٹیکل کونسلر نکول رابرٹس، ڈپٹی ہائی کمشنر ٹام برج، سیکنڈ سیکرٹری (پولیٹیکل) سیم پلیس، ہدیٰ اکرام اور سارہ پیٹنگ شامل تھے

بقیہ نمبر 40

میٹا کو پاکستان کی ڈیجیٹل معیشت اور مصنوعی ذہانت کے شعبے میں شراکت داری کی دعوت دی۔وفاقی وزیر نے ایک ہزار پاکستانی ایس ایم ایز کو اے آئی اور ڈیجیٹل بزنس ٹریننگ دینے کے میٹا پروگرام کا خیر مقدم کیا۔انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان ای کامرس اور مصنوعی ذہانت کی جامع پالیسیوں کو حتمی شکل دے رہی ہے، پاکستانی کاروباروں کو عالمی منڈیوں تک رسائی کے لیے مصنوعی ذہانت اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہوگا۔جام کمال خان نے کہا کہ وزارت تجارت میٹا کو چیمبرز آف کامرس، تجارتی تنظیموں اور کاروباری ایسوسی ایشنز سے روابط میں ہر ممکن تعاون فراہم کرے گی۔میٹا پاکستان میں ایک ہزار ایس ایم ایز کو مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل مارکیٹنگ اور آن لائن کاروباری مہارتوں کی مفت تربیت فراہم کرے گا۔جام کمال نے کہا کہ محفوظ ڈیجیٹل ادائیگیوں کا نظام ای کامرس کے فروغ اور صارفین کے اعتماد کے لیے ناگزیر ہے، پاکستان کی نوجوان آبادی اور تیزی سے بڑھتی ڈیجیٹل معیشت عالمی ٹیکنالوجی کمپنیوں کے لیے بہترین مواقع فراہم کرتی ہے۔انہوں نے کہا کہ میٹا کا ایس ایم ای ٹریننگ پروگرام اگست سے نومبر تک جاری رہے گا، جس میں خواتین کاروباری افراد اور چھوٹے شہروں کے کاروباروں کو بھی خصوصی طور پر شامل کیا جائے گا۔

بقیہ نمبر 41

انگلش اور کیمسٹری کے علاوہ دیگر مضامین کی بھی تدریس کروں گا۔رانا سکندر حیات نے کہا کہ ستمبر کے پہلے ہفتے سے کلاس پڑھانا شروع کروں گا، ہر ہفتے کسی ایک سکول میں بغیر پیشگی اطلاع پڑھانے جاؤں گا۔کسی کو معلوم نہیں ہوگا کہ کب، کس سکول آرہا ہوں۔اساتذہ کی عزت کرتا ہوں، استاد بن کر فخر محسوس کروں گا۔انہوں نے کہا کہ وزیراعلیٰ پنجاب کی ہدایت کا مقصد سکولوں کے مسائل، زمینی حالات اور تدریسی معیار کا براہ راست جائزہ لینا ہے، اساتذہ اور طلبہ سے براہ راست رابطہ تعلیمی اصلاحات میں معاون ثابت ہوگا، اقدام سے تعلیمی معیار کو جانچ کر تدریسی کمزوریاں دور کرنے میں مدد ملے گی۔رانا سکندر حیات نے کہا کہ سکولوں کے مسائل کاغذوں پر نہیں، موقع پر جا کر دیکھنے اور حل کرنے کا قائل ہوں، اس عمل سے سرکاری سکولوں کو معیاری سکول بنانے کی مہم میں بھی تیزی آئے گی۔

بقیہ نمبر 42

نے صوبہ بھر کے امن و امان کی صورتحال کا تفصیلی جائزہ لیا۔کابینہ کمیٹی نے چہلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و شہداء کربلا کے موقع پر سکیورٹی کے سخت انتظامات کو یقینی بنانے کی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے عرس داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے موقع پر سکیورٹی انتظامات کو یقینی بنانے کی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے آزاد جموں و کشمیر کے انتخابات کے حوالہ سے سکیورٹی انتظامات کو یقینی بنانے کی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے ایم ڈی کیٹ امتحانات کے موقع پر سکیورٹی انتظامات کو یقینی بنانے کی بھی ہدایت کی۔کابینہ کمیٹی نے مالی سال 27-2026 کیلئے 965.195 ملین روپے کے فنڈز کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے لاء اینڈ آرڈر کی مد میں 80 ملین روپے کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے 22 مختلف کیسز کیلئے JITs بنانے کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے 28 سپیشل پرائس کنٹرول مجسٹریٹس کو نوٹیفائی جبکہ 15 سپیشل پرائس کنٹرول مجسٹریٹس کو ڈی نوٹیفائی کرنے کی منظوری دی۔کابینہ کمیٹی نے بہاول پور میں ایک نئے تھانے کے قیام کی بھی منظوری دی۔صوبائی وزیر و چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے امن و امان خواجہ سلمان رفیق نے کہا کہ صوبہ بھر میں امن و امان کی صورتحال تسلی بخش ہے۔عوام کے جان و مال کا تحفظ ریاست کی اولین ترجیح ہے۔قیام امن کیلئے پاکستان کی کاوشوں کو عالمی سطح پر سراہا گیا ہے۔خواجہ سلمان رفیق نے فوج اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ ساتھ پولیس کے جوانوں کو بھی قیام امن کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے پر خراج تحسین پیش کیا۔صوبائی وزیر چوہدری شافع حسین نے کہا کہ وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی قیادت میں امن و امان کی صورتحال کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔چوہدری شافع حسین نے قیام امن کیلئے تمام متعلقہ اداروں کی کاوشوں کو سراہا۔معاون خصوصی برائے وزیراعلیٰ پنجاب رانا بلال احمد نے کہا کہ تمام ادارے تسلسل کے ساتھ سکیورٹی انتظامات یقینی بنا رہے ہیں۔چہلم اور عرس کے موقع پر محکمہ داخلہ کے جاری کردہ قواعد و ضوابط پر من و عن عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔سیکرٹری داخلہ پنجاب ڈاکٹر احمد جاوید قاضی نے کہا کہ صوبہ بھر میں قیام امن کیلئے تمام وسائل بروئے کار لا رہے ہیں۔عوام کے جان و مال کا تحفظ اولین ترجیح ہے۔سپیشل سیکرٹری داخلہ فیصل فرید، ایڈیشنل آئی جی محمد علی نیکوکار، ایڈیشنل آئی جی عمران، ڈی آئی جی سی ٹی ڈی، ایڈیشنل سیکرٹری انٹرنل پولیس، ایڈیشنل سیکرٹری جوڈیشل و متعلقہ حکام نے اجلاس میں شرکت کی۔کمشنرز، ڈپٹی کمشنرز، آر پی اوز اور ڈی پی اوز نے ویڈیو لنک کے ذریعے اجلاس میں شرکت کی۔

بقیہ نمبر 43

نے گزشتہ روز دیگر سیاسی جماعتوں، این جی اوز اور سول سوسائٹی گروپس کے رہنماؤں توقیر صادق، چوہدری اختر عباس، رفعت مقصود، نبیلہ شاہین ملک ظفر، عطیہ حنیف، اور عذرا پروین کے ہمراہ لاہور پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ام کلی اظہر سمیت دیگر رہنماؤں کا کہنا تھا کہ ہوم نیٹ پاکستان (HNP) اور آواز سی ڈی ایس-پی ڈی اے (PDA-AWAZCDS) سمیت دیگر تمام پنجاب میں فوری اور بروقت بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ منتخب، بااختیار اور خودمختار مقامی حکومتیں آئینی حکمرانی، جمہوری جوابدہی اور مؤثر عوامی خدمات کی فراہمی کے لیے ناگزیر ہیں۔لاہور پریس کلب میں منعقدہ میڈیا بریفنگ سے خطاب کرتے ہوئے رہنماؤں نے کہا کہ طویل عرصے سے منتخب بلدیاتی حکومتوں کی عدم موجودگی نے نچلی سطح پر جمہوری شمولیت کو کمزور کیا ہے، عوامی جوابدہی کے نظام کو متاثر کیا ہے اور شہریوں کی اپنے روزمرہ زندگی سے متعلق فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت محدود کر دی ہے۔اداروں نے اس بات پر زور دیا کہ آزاد، منصفانہ اور بروقت انتخابات کے ذریعے اپنے نمائندگان منتخب کرنے کا حق ایک بنیادی جمہوری اصول ہے، جسے عالمی انسانی حقوق کے معیارات، اقوام متحدہ کے چارٹر اور دیگر متعلقہ انسانی حقوق کے اصولوں میں تسلیم کیا گیا ہے۔ہوم نیٹ پاکستان اور آواز سی ڈی ایس-پی ڈی اے نے متعلقہ آئینی اداروں سے مطالبہ کیا کہ وہ بغیر کسی مزید تاخیر کے 15 دن کے اندر بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کا شیڈول جاری کریں تاکہ پنجاب کے عوام اپنے جمہوری حق کو استعمال کرتے ہوئے مقامی سطح پر اپنے نمائندگان منتخب کر سکیں۔آئین پاکستان کا آرٹیکل 140A صوبائی حکومتوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ منتخب بلدیاتی حکومتیں قائم کریں اور سیاسی، انتظامی اور مالی اختیارات منتخب نمائندوں کو منتقل کریں۔انہوں نے کہا کہ اس آئینی تقاضے پر مؤثر عملدرآمد پنجاب میں جمہوری اداروں کے استحکام اور بہتر طرز حکمرانی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔اداروں نے ایسے بلدیاتی نظام کا مطالبہ کیا جو درج ذیل امور کو یقینی بنائے، جس میں بروقت، باقاعدہ اور شفاف بلدیاتی انتخابات، سیاسی، انتظامی اور مالی اختیارات کی حقیقی منتقلی بلدیاتی اداروں کا تسلسل، خودمختاری اور ادارہ جاتی استحکام؛ مقامی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے قابل پیش گوئی اور مناسب مالی وسائل؛ اور خواتین، نوجوانوں، مزدوروں، اقلیتوں، معذور افراد اور دیگر پسماندہ طبقات کی جامع نمائندگی شامل ہے۔

بقیہ نمبر 44

لیا گیا۔صوبائی وزیر بلدیات ذیشان رفیق نے دو روز کے اندر ڈیجیٹل میپنگ کا 100 فیصد کام مکمل کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا کہ ڈیجیٹل میپنگ سے دور دراز کے علاقوں کی مانیٹرنگ میں بہتری آئے گی۔انہوں نے کہا کہ فیلڈ مانیٹرنگ آفیسرز (ایف ایم او) روزانہ کی بنیاد پر متعلقہ یونین کونسل کا دورہ کریں۔ناقص کارکردگی والے ایف ایم اوز کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔انہوں نے کہا کہ بیٹ سٹاف کے نام اور فون نمبر پر مشتمل فلیکسز نمایاں جگہوں پر آویزاں کیے جائیں۔وزیراعلیٰ مریم نواز شریف جلد تمام فیلڈ سٹاف کا ڈیٹا ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنے کا افتتاح کریں گی۔ذیشان رفیق نے کہا کہ اس ڈیٹا کے ذریعے شہریوں کو معلوم ہوگا کہ ان کے علاقے میں کون سا ورکر کام کر رہا ہے۔صوبائی وزیر نے ہر علاقے میں لوڈر رکشوں پر میگافون سے ویسٹ کولیکشن کے اعلانات کا انتظام کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ بارشوں کے بعد سڑک کنارے جمع ہونے والی گرد کی صفائی پر خاص توجہ دی جائے۔انہوں نے زور دیا کہ ہیلپ لائن یا ایپ پر موصولہ شکایات پر ایکشن کا سسٹم مزید مستحکم بنانا ہوگا۔

عوام کی جان و مال کا تحفظ ریاست کی اولین ترجیح ہے، خواجہ سلمان رفیق

خواجہ سلمان رفیق کی زیر صدارت محکمہ داخلہ میں کابینہ کمیٹی برائے امن و امان کا 56 واں اجلاس منعقد ہوا، صوبائی وزیر چوہدری شافع حسین اور معاون خصوصی رانا بلال احمد نے اجلاس میں شرکت کی

سیکرٹری داخلہ پنجاب ڈاکٹر احمد جاوید قاضی نے صوبہ بھر کے امن و امان کی تازہ صورتحال بارے بریفنگ دی، کابینہ کمیٹی نے صوبہ بھر کے امن و امان کی صورتحال کا تفصیلی جائزہ لیا

لاہور (خبر نگار) صوبائی وزیر و چیئرمین کابینہ کمیٹی خواجہ سلمان رفیق کی زیر صدارت محکمہ داخلہ میں کابینہ کمیٹی برائے امن و امان کا 56 واں اجلاس منعقد ہوا، صوبائی وزیر چوہدری شافع حسین اور معاون خصوصی رانا بلال احمد نے اجلاس میں شرکت کی۔ سیکرٹری داخلہ پنجاب ڈاکٹر احمد جاوید قاضی نے صوبہ بھر کے امن و امان کی تازہ صورتحال بارے بریفنگ دی۔ کابینہ کمیٹی (بقیہ نمبر 42)

صوبائی وزیر و چیئرمین کابینہ کمیٹی خواجہ سلمان رفیق کی زیر صدارت محکمہ داخلہ میں کابینہ کمیٹی برائے امن و امان کے 56 ویں اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں

حکومت بلا تاخیر 15 یوم میں بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کا شیڈول جاری کرے، ام لیلیٰ اظہر

پنجاب میں آئینی حکمرانی، جمہوری حقوق و جمہوریت کے استحکام کے لیے بروقت بلدیاتی انتخابات ناگزیر ہیں، ہوم نیٹ پاکستان

ہوم نیٹ پاکستان کی سربراہ ام لیلیٰ اظہر سمیت توقیر صادق، چوہدری اختر عباس، رفعت مقصود، نبیلہ شاہین ملک ظفر، عطیہ حنیف، اور عذرا پروین کی پریس کانفرنس

لاہور (خبر نگار) ہوم نیٹ پاکستان کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ام لیلیٰ اظہر نے کہا ہے کہ پنجاب میں آئینی حکمرانی کی بحالی، جمہوری حقوق اور جمہوریت کے استحکام کے لیے بروقت بلدیاتی انتخابات ناگزیر ہیں۔ پنجاب میں فوری بلدیاتی انتخابات کروائے جائیں تاکہ منتخب، بااختیار اور خودمختار بلدیاتی حکومتیں عوام الناس کی خدمت کر سکیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں (بقیہ نمبر 43)

پنجاب میں بلدیاتی انتخابات کے حوالے سے ہوم نیٹ پاکستان کی سربراہ ام لیلیٰ اظہر، دیگر رہنماؤں توقیر صادق، چوہدری اختر عباس، رفعت مقصود، نبیلہ شاہین ملک ظفر، عطیہ حنیف، اور عذرا پروین لاہور پریس کلب میں پریس کانفرنس کر رہی ہیں

پنجاب میں دفعہ 144 کے نفاذ میں توسیع، ڈرون اڑانے پر پابندی برقرار

محکمہ داخلہ نے آؤٹ ڈور ڈرون اڑانے پر عائد پابندی میں 30 روز کی توسیع کی

لاہور (این این آئی) پنجاب بھر میں دفعہ 144 کے نفاذ میں توسیع کر دی گئی، صوبہ بھر میں کھلی فضا میں ڈرون اڑانے پر مکمل پابندی برقرار ہے۔ محکمہ داخلہ نے دفعہ 144 کے تحت آؤٹ ڈور ڈرون اڑانے پر عائد پابندی میں 30 روز کی توسیع کی ہے۔ حکومت پنجاب نے سکیورٹی خدشات کے پیش نظر ڈرون کے استعمال پر پابندی عائد کی، ہالز اور مارکیز کے اندر تقریبات کے دوران چھوٹے ڈرون کے محدود استعمال کی اجازت ہے، اندرونی تقریبات میں ڈرون کے محفوظ استعمال کی ذمہ داری منتظمین پر عائد ہوگی۔

ڈی ایچ اے فیز 4 میں گھر کی چھت گرنے سے 4 افراد زخمی

گھر کی چھت ٹی آر گارڈر سے بنی ہوئی تھی، بارش کے دوران گر گئی

لاہور (این این آئی) صوبائی دارالحکومت لاہور میں ڈی ایچ اے فیز 4 کے علاقے میں بارش کے دوران گھر کی چھت گرنے کے باعث 4 افراد زخمی ہو گئے جنہیں ریسکیو ٹیموں نے ابتدائی طبی امداد کے بعد ہسپتال منتقل کر دیا۔ ریسکیو حکام کے مطابق حادثے میں زخمی ہونے والے افراد میں 19 سالہ آمنہ، 20 سالہ علی، 22 سالہ صائمہ اور 55 سالہ علی شیر شامل ہیں۔ ریسکیو حکام کے مطابق گھر کی چھت ٹی آر گارڈر سے بنی ہوئی تھی

سابق دور حکومت میں من پسند ڈاکٹروں کی غیر قانونی بھرتیوں کا انکشاف

ڈاکٹروں کو 108 ملین کی ادائیگی، کنٹریکٹ پر ملازمت میں مزید توسیع دی گئی

لاہور (این این آئی) سابق دور حکومت میں من پسند ڈاکٹروں کی غیر قانونی بھرتیوں کا انکشاف ہوا ہے، بھرتی کے لئے پبلک سروس کمیشن سے اجازت بھی نہیں لی گئی جبکہ غیر قانونی بھرتی کیے گئے ڈاکٹروں کو 108 ملین روپے ادا کیے گئے۔ پنجاب اسمبلی میں جمع آڈٹ رپورٹ 2020-21 میں انکشاف ہوا ہے کہ بزدار دور حکومت میں ضلع بہاولنگر میں ڈاکٹروں کی بھرتی کے لئے پبلک سروس کمیشن سے اجازت نہیں لی گئی، بھرتی کیے گئے ڈاکٹروں کو بڑی آسامیوں پر تعینات کر دیا گیا، غیر قانونی بھرتی کیے گئے ڈاکٹروں کو 108 ملین روپے ادا کیے گئے، کنٹریکٹ ختم ہونے کے بعد ڈاکٹروں کی مدت ملازمت میں مزید توسیع کی گئی۔ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ نے اس متعلق محکمہ صحت کے جواب کو مسترد کرتے ہوئے معاملے کے ذمہ داروں کا تعین کرنے کی ہدایت کر دی ہے۔

وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر برائے کچی آبادی پیپلز پارٹی کراچی ڈویژن کے سینئر رہنما سید نجمی عالم سے پیپلز پارٹی خواتین ونگ کی صدر ڈپٹی اسپیکر غزالہ گولہ کی قیادت میں ملاقات کرنے والے وفد کا گروپ فوٹو

کاہنہ، زہریلا کھانا کھانے سے 12 افراد کی طبیعت ناساز، ہسپتال منتقل

حالت خطرے سے باہر، چاول پکاتے ہوئے چھپکلی کھانے میں گرنے کا شبہ ہے، متاثرین

لاہور (آئی این پی) کاہنہ کے نواحی علاقے ماڑھے ماہ میں زہریلا کھانا کھانے سے 12 افراد کی طبیعت ناساز ہو گئی، جنہیں فوری طور پر ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ متاثرہ 12 افراد کا ہسپتال میں علاج معالجہ جاری ہے۔ تمام متاثرہ افراد کی حالت خطرے سے باہر بتائی جا رہی ہے۔ ریسکیو ذرائع کے مطابق فوڈ پوائزننگ کے باعث۔

جشن آزادی شایان شان طریقے سے منانے کیلئے تیاریاں شروع، ایم ڈی پی ایچ اے

لبرٹی چوک، مینار پاکستان پر شاندار آتش بازی کا اہتمام، جیلانی پارک میں پرچم کشائی ہوگی

لاہور (آئی این پی) منیجنگ ڈائریکٹر پی ایچ اے کی زیر صدارت جشن آزادی 2026 کی تقریبات کے انتظامات کے حوالے سے ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ایڈیشنل منیجنگ ڈائریکٹرز تسلیم اختر راؤ اور سونیا کلیم، ڈائریکٹر نے شرکت کی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی ہدایات کے مطابق جشن آزادی کی تقریبات ملی جوش و جذبے اور شایان شان طریقے سے منائی جائیں گی اس مقصد کے لیے تیاریاں شروع کر دی

شیخوپور بھکھی گاؤں میں گھوڑے کی ٹانگ لگنے سے جاں بحق ہونے والے بچے کی لاش کو ہسپتال منتقل کیا جا رہا ہے

ساحل کی شماریاتی رپورٹ جاری، چھ ماہ میں صنفی بنیاد پر تشدد کے 3,172 کیسز رپورٹ

کراچی (آئی این پی) غیر سرکاری تنظیم ساحل نے جنوری سے جون 2026 تک صنفی بنیاد پر تشدد کی شماریاتی رپورٹ جاری کر دی، جس کے مطابق چھ ماہ کے دوران صنفی بنیاد پر تشدد کے مجموعی طور پر 3 ہزار 172 کیسز رپورٹ ہوئے، جن میں 18 واقعات ٹرانس جینڈر افراد سے متعلق تھے۔

قصور کے گرد و نواح میں ڈکیتی، راہزنی کی دو مختلف وارداتوں میں ڈاکوؤں نے شہریوں کو لوٹ لیا

قصور (این این آئی) قصور کے گرد و نواح میں ڈکیتی، راہزنی کی دو مختلف وارداتوں میں ڈاکوؤں نے شہریوں کو لوٹ لیا، مزاحمت پر نوجوان چاقو کے وار سے زخمی۔ تھانہ مصطفیٰ آباد کے علاقے روہی نالہ سرہالی روڈ کے قریب 2 مسلح پیادوں نے گھر جانے والے شہزاد سے 20 تا 25 ہزار روپے نقدی چھین لی۔

شیخوپورہ کی فوڈ سیفٹی ٹیمیں عوام کو معیاری، محفوظ اور صحت بخش خوراک کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے ضلع بھر میں متحرک

مانانوالہ (این این آئی) ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ رانا عدیل تصور کی ہدایت پر پنجاب فوڈ اتھارٹی شیخوپورہ کی فوڈ سیفٹی ٹیمیں ڈپٹی ڈائریکٹر آپریشن غلام صابر کی زیر نگرانی عوام کو معیاری، محفوظ اور صحت بخش خوراک کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے ضلع بھر میں متحرک رہیں۔

شیخوپورہ، گھوڑے کی ٹانگ لگنے سے 07 سالہ بچہ جاں بحق

شیخوپورہ (آئی این پی) گھوڑے کی ٹانگ لگنے سے 07 سالہ بچہ جاں بحق ہو گیا۔ ریسکیو 1122 کے مطابق بھکھی گاؤں میں بچے کو گھوڑے کی ٹانگ لگی اور وہ شدید زخمی ہو گیا۔ ریسکیو 1122 کی امدادی ٹیم موقع پر پہنچی، بچے کو ہسپتال شفٹ کر دیا گیا۔

موٹروے پولیس نے پیسوں سے بھرا گمشدہ بیگ مالک کے حوالے کر دیا

بیگ میں 1200 امریکی ڈالر، 50 ہزار نقد، اے ٹی ایم کارڈز و قیمتی دستاویزات تھیں

لاہور (این این آئی) موٹروے پولیس نے ایمانداری کی مثال قائم کرتے ہوئے مسافر کا گمشدہ بیگ جس میں 1200 امریکی ڈالر، 50 ہزار روپے نقد، اے ٹی ایم کارڈز اور قیمتی دستاویزات تھیں، اصل مالک کے حوالے کر دیا۔ موٹروے پولیس کے مطابق بیگ ملنے پر تصدیق کے بعد مالک سے رابطہ کیا گیا اور اس نے موٹروے پولیس کی کارکردگی کو سراہا۔

ستھرا پنجاب: یونین کونسلز میں بیٹ سسٹم پر 92 فیصد عملدرآمد، 20 میونسپل کمیٹیز کی ڈیجیٹل میپنگ مکمل

شکیل احمد میاں اور ڈی جی ستھرا پنجاب عمر جاوید اجلاس میں موجود تھے جبکہ تمام اضلاع کے ایم ڈی ستھرا پنجاب ایجنسیز کی بذریعہ ویڈیو لنک شرکت

وزیر اعلیٰ مریم نواز شریف جلد تمام فیلڈ سٹاف کا ڈیٹا ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنے کا افتتاح کریں گی، صوبائی وزیر بلدیات کی گفتگو

لاہور (خبر نگار) وزیر بلدیات ذیشان رفیق کی زیر صدارت ستھرا پنجاب اتھارٹی آفس میں ایک اجلاس کے دوران بتایا گیا ہے کہ یونین کونسلز میں بیٹ Beat سسٹم پر 92 فیصد عملدرآمد ہو گیا ہے جبکہ 20 میونسپل کمیٹیز کی بھی ڈیجیٹل میپنگ ہو گئی ہے۔ سیکرٹری لوکل گورنمنٹ شکیل احمد میاں اور ڈی جی ستھرا پنجاب عمر جاوید اجلاس میں موجود تھے جبکہ تمام اضلاع کے ایم ڈی ستھرا پنجاب ایجنسیز نے بذریعہ ویڈیو لنک شرکت کی۔ اجلاس کے دوران بیٹ سسٹم اور مائیکرو پلان سٹیٹس کی ڈیجیٹل میپنگ کا جائزہ (بقیہ نمبر 44)

لاہور: وزیر بلدیات ذیشان رفیق ستھرا پنجاب کے ضلعی منیجنگ ڈائریکٹرز کے ویڈیو لنک اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں

کوکا کولا فاؤنڈیشن کے پروگرام ''ہوم شیف'' کا دائرہ پنجاب کی جیلوں تک وسیع کرنے کا اعلان

پروگرام کے تحت قیدی خواتین کو تربیت دی جائے گی، آئی جی جیل خانہ جات سے کنٹری ہیڈ فیصل ہاشمی کی ملاقات

لاہور (آئی این پی) آئی جی جیل خانہ جات پنجاب سالک جلال سے کوکا کولا کے کنٹری ہیڈ ڈاکٹر فیصل ہاشمی نے ان کے دفتر میں ملاقات کی۔ موٹیویشنل سپیکر و سابق ڈائریکٹر وزیر اعلیٰ شکایات سیل شاہد قادر بھی اس موقع پر موجود تھے۔ ملاقات میں جیلوں میں جاری اصلاحات کے عمل، قیدیوں کی فلاح و بہبود سمیت باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ ڈاکٹر فیصل ہاشمی نے سالک جلال کو آئی جی جیل خانہ جات پنجاب کا عہدہ سنبھالنے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

ڈی آئی جی آپریشنز کا غیر قانونی مقیم افغان باشندوں کے خلاف کریک ڈاؤن کا حکم

تجارتی مراکز، مارکیٹوں میں کاروبار، ملازمت سے منسلک افغانیوں کے خلاف کارروائی کا فیصلہ

لاہور (آئی این پی) ڈی آئی جی آپریشنز لاہور فیصل کامران نے شہر کا امن اور شہریوں کا تحفظ اولین فریضہ قرار دیتے ہوئے غیر قانونی طور پر مقیم افغان باشندوں کے خلاف بھرپور کریک ڈاؤن کا حکم دیدیا۔ لاہور میں تجارتی مراکز، مارکیٹوں میں کاروبار، ملازمت سے منسلک افغانیوں کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کر لیا گیا، ڈی آئی جی آپریشنز نے متعلقہ حکام کو ہدایت کی کہ غیر قانونی افغانیوں کو رہائش، سہولت دینے والوں کو بھی گرفت میں لیں۔ ایس ایچ اوز کو موٹر سائیکل سنیچنگ کی وارداتیں کنٹرول کرنے کی ہدایت کر دی۔

پٹرولیم قیمتوں کے روزانہ کی بنیاد پر جائزہ لینے کے فارمولے پر نظر ثانی کا مطالبہ

کاروباری برادری اور عوام میں بے یقینی بڑھ رہی ہے، صدر انجمن تاجران اشرف بھٹی

لاہور (این این آئی) آل پاکستان انجمن تاجران کے مرکزی صدر اشرف بھٹی نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کا روزانہ کی بنیاد پر جائزہ لینے کے فارمولے پر فوری نظر ثانی کی جائے کیونکہ اس سے کاروباری برادری اور عوام میں بے یقینی بڑھ رہی ہے۔ اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ روزانہ قیمتوں میں ردوبدل سے ٹرانسپورٹ، اشیائے ضروریہ اور صنعتی پیداواری لاگت میں مسلسل اتار چڑھاؤ کا سامنا ہے جس کا براہ راست بوجھ صارفین پر منتقل ہو رہا ہے۔ اشرف بھٹی نے کہا کہ حکومت پندرہ روزہ یا ماہانہ بنیاد پر شفاف قیمتوں کا نظام برقرار رکھے

قصور، بارش نے واسا اور واپڈا کے ترقیاتی دعوؤں کی قلعی کھول دی

شہر کے مختلف علاقوں میں نالیوں اور نالوں کا پانی دکانوں اور گھروں میں داخل ہو گیا

قصور (این این آئی) بارش نے واسا اور واپڈا کے ترقیاتی دعوؤں کی قلعی کھول دی، پانی دکانوں و مکانوں میں داخل، کرنٹ لگنے کے متعدد واقعات۔ قصور بھر میں مون سون کی وقفے وقفے سے ہونے والی شدید بارش نے انتظامیہ، واسا اور صاف ستھرا پنجاب مہم کے تمام تر دعوؤں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ بارش کے باعث شہر کے مختلف علاقوں میں نالیوں اور نالوں کا پانی دکانوں اور گھروں میں داخل ہو گیا جس سے شہریوں اور تاجروں کا لاکھوں روپے کا سامان سونا، مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ چند ہفتے قبل بھی محض ایک گھنٹے کی بارش سے تاجروں کو بھاری مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

سیشن جج کو دفعہ 22 اے کی درخواستیں منتقل کرنے کا اختیار نہیں، لاہور ہائیکورٹ

سیشن جج دفعہ 22 اے کے تحت اندراج مقدمہ کی درخواستیں ایک سے دوسرے جسٹس آف دی پیس کو منتقل نہیں کر سکتا

ایسی درخواستوں کی منتقلی کا اختیار صرف لاہور ہائیکورٹ کو آئین کے آرٹیکل 199 کے تحت حاصل ہے، جسٹس فیصل منظور

لاہور (این این آئی) لاہور ہائیکورٹ نے ایک اہم فیصلے میں قرار دیا ہے کہ سیشن جج کو فوجداری ضابطہ کی دفعہ 22 اے کے تحت اندراج مقدمہ کی درخواستیں ایک جسٹس آف دی پیس سے دوسرے جسٹس آف دی پیس کو منتقل کرنے کا اختیار حاصل نہیں تاہم غیر معمولی حالات میں قبل از گرفتاری ضمانت کی درخواستوں کی منتقلی کا اختیار برقرار رہے گا۔ یہ فیصلہ لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس فاروق حیدر نے درخواست گزار فیصل منظور کی جانب سے سیشن جج اوکاڑہ کے حکم کے خلاف دائر آئینی درخواست پر جاری کیا جس میں سیشن جج کے حکم کو جزوی طور پر کالعدم قرار دے دیا گیا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں قرار دیا کہ سیشن جج کا دفعہ 22 اے کے تحت اندراج مقدمہ کی درخواستوں کی منتقلی کا حکم دائرہ اختیار سے تجاوز کے مترادف ہے، لہٰذا اسے کالعدم قرار دیا جاتا ہے، عدالت نے واضح کیا کہ ایسی درخواستوں کی منتقلی کا اختیار صرف لاہور ہائیکورٹ کو آئین کے آرٹیکل (بقیہ نمبر 2)

ڈپٹی چیئرمین سینٹ سیدال خان سے اراکین بلوچستان اسمبلی ملاقات کر رہے ہیں

پاکستان میں کاٹن کی پیداوار ایک کروڑ 40 لاکھ گانٹھوں سے کم ہو گئی

مکوآنہ (آئی این پی) پاکستان میں کاٹن کی پیداوار ایک کروڑ 40 لاکھ گانٹھوں سے کم ہو کر مالی سال 2025-26 میں 68 لاکھ 50 ہزار گانٹھوں تک محدود ہو گئی، ہائبرڈ بیجوں کے استعمال سے مکئی کی فی ایکڑ پیداوار میں تین گنا اضافہ ہوا، کولڈ چین انفراسٹرکچر کی کمی کے باعث تقریباً 20 فیصد دودھ ضائع ہو جاتا ہے، یہ انکشافات اوورسیز انویسٹرز چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (او آئی سی سی آئی) کی ''سیڈز آف گروتھ'' کے عنوان سے اپنی تازہ رپورٹ میں کیا ہے

فیصل آباد میں پھل و سبزیاں مہنگی، ٹماٹر 500 اور چائنیز لہسن 400 روپے فی کلو تک پہنچ گیا

مکوآنہ (آئی این پی) پاکستان کے تیسرے بڑے شہر فیصل آباد میں ضلعی ریٹ لسٹ کے مطابق شہر میں سبزیوں اور پھلوں کی قیمتوں میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ سبزیوں میں سب سے مہنگا دیسی لیموں 250 روپے فی کلو اور چائنیز لہسن 400 روپے فی کلو میں فروخت ہو رہا ہے جبکہ دیسی لہسن کی قیمت بھی 385 روپے فی کلو ریکارڈ

میانوالی کے علاقہ کندیاں میں خاتون نے گھریلو تنازعہ سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کر لی

میانوالی (این این آئی) میانوالی کے علاقہ کندیاں میں مبینہ طور پر ایک خاتون نے گھریلو تنازعہ سے دل برداشتہ ہو کر گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی ہے، یاد رہے کہ خودکشی کرنے والوں کی تعداد ایک درجن سے زائد بتائی گئی

تمبر سے ایکسپورٹ پراسسنگ زونز کی پیداوار مقامی مارکیٹ میں فروخت کرنیکی اجازت ختم

20 فیصد پیداوار کو مقامی مارکیٹ میں فروخت کی رعایت کو برقرار رکھنے کی درخواست مسترد

اسلام آباد (این این آئی) وزارت خزانہ کی دستاویزات کے مطابق آئی ایم ایف کی شرط کے تحت ستمبر 2026 سے ایکسپورٹ پراسسنگ زونز کی پیداوار مقامی مارکیٹ میں فروخت کرنے کی اجازت ختم کر دی جائے گی اور ان زونز کو اپنی سو فیصد پیداوار برآمد کرنا ہوگی۔ دستاویزات کے مطابق اس وقت ایکسپورٹ پراسسنگ زونز کو اپنی 20 فیصد پیداوار مقامی مارکیٹ میں فروخت کرنے کی اجازت حاصل ہے تاہم آئی ایم ایف نے اس رعایت کو برقرار رکھنے کی حکومتی درخواست مسترد کر دی ہے۔ حکومت نے مزید ایکسپورٹ پراسسنگ زونز کے قیام کی اجازت کی بھی درخواست کی تھی،

نارووال: ریسکیو اہلکار حویلی کی چھت گرنے سے ملبے تلے دبی بھینسوں کو باہر نکال رہے ہیں

جارحانہ انفورسمنٹ، ٹیکسوں کی بلند شرح معیشت کو دستاویزی بنانے میں رکاوٹ ہیں، علی عمران آصف

ٹیکس بہ نسبت جی ڈی پی، ٹیکس نیٹ کی وسعت، بروقت ریفنڈز، رضاکارانہ ٹیکس ادائیگی کارکردگی کا معیار ہونا چاہیے

لاہور (این این آئی) سینئر ایگزیکٹو کمیٹی ممبر لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری علی عمران آصف نے کہا ہے کہ غیر معمولی حد تک سخت پالیسیاں، اداروں کی جارحانہ انفورسمنٹ اور ٹیکسوں کی بلند شرح معیشت کو دستاویزی بنانے کے بجائے اس عمل میں بڑی رکاوٹ بن چکی ہیں، ایف بی آر کا نفاذی نظام زیادہ تر پہلے سے دستاویزی شعبوں، کارپوریٹ اداروں، صنعت کاروں، بینکوں، درآمد کنندگان اور تنخواہ دار طبقے تک محدود ہے جبکہ معیشت کا ایک بڑا غیر دستاویزی حصہ آج بھی موثر ٹیکس نیٹ سے باہر ہے۔

میانوالی وکلا برادری کے مسائل کو حل کرانا ان کی ترجیحات میں شامل ہے، گورنر پنجاب

گورنر پنجاب سردار ملک سلیم حیدر خان نے میانوالی کے وکلا برادری کے مسائل کو فوری حل کرانے کی یقین دہانی کرائی

میانوالی (این این آئی) سینئر قانون دان ڈسٹرکٹ بار میانوالی کے سابق صدر اور جسٹس لائرز گروپ کے سربراہ عبد المجید خان یاروخیل ایڈووکیٹ کی قیادت میں ڈسٹرکٹ بار میانوالی کے وفد کی گورنر پنجاب سردار ملک سلیم حیدر خان سے گورنر ہاؤس لاہور میں ملاقات کی، وفد میں صدر ڈسٹرکٹ بار میانوالی کے صدر امیر اسلم خان ایڈووکیٹ، ممبر پنجاب بار کونسل ملک صبح صادق ایڈووکیٹ، صدر پپلاں بار کونسل عبد المجید جوڑا ایڈووکیٹ، نوجوان قانون دان نادر مجید خان یاروخیل ایڈووکیٹ اور دیگر وکلا شامل تھے، اس موقع پر وفد کے سربراہ عبد المجید خان یاروخیل ایڈووکیٹ نے ڈسٹرکٹ بار میانوالی لیے نئے چیمبرز اور وکلا کے لئے رہائشی کالونی کے قیام اور وکلا کو درپیش مسائل گورنر پنجاب کو آگاہ کیا

کراچی: متعدد علاقوں میں دن بھر بجلی معطل، مینٹیننس کے باعث مختلف فیڈرز کئی گھنٹے بند رہے

بجلی کی بندش کے باعث گھریلو صارفین کے ساتھ ساتھ تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئیں، شہریوں کا تشویش کا اظہار

کراچی (آئی این پی) کے الیکٹرک کی جانب سے نیٹ ورک کی بہتری اور مرمت کے لیے جاری مینٹیننس مہم کے باعث جمعرات کو کراچی کے متعدد علاقوں میں کئی گھنٹوں تک بجلی کی فراہمی معطل رہی، جس سے شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کے الیکٹرک کے مطابق بجلی کی بندش منصوبہ بند مرمتی کاموں، نیٹ ورک اپ گریڈیشن اور بجلی کی ترسیلی نظام کو مزید مستحکم بنانے کے لیے کی گئی۔ زیادہ تر فیڈرز پر بجلی کی فراہمی صبح 8 بجے سے شام 6 بجے تک مختلف اوقات میں معطل رہی، جبکہ بعض فیڈرز پر کام کی نوعیت کے باعث بندش کا دورانیہ اس سے بھی زیادہ رہا۔

غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد برقرار، منافع کی منتقلی 2.31 ارب ڈالر تک پہنچ گئی

مالی سال 2025-26 میں مالیاتی، توانائی اور مواصلاتی شعبے نمایاں رہے، جون 2026 میں 151.4 ملین ڈالر منافع بیرون ملک منتقل

کراچی (آئی این پی) پاکستان میں سرمایہ کاری اور کاروباری سرگرمیوں میں بہتری کے باعث غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد برقرار رہا، جبکہ مالی سال 2025-26 کے دوران غیر ملکی سرمایہ کاری پر منافع کی مجموعی منتقلی 2.31 ارب ڈالر تک پہنچ گئی۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق صرف جون 2026 کے دوران غیر ملکی کمپنیوں نے 151.4 ملین ڈالر منافع اپنے ممالک کو منتقل کیا، جو ملک میں جاری کاروباری سرگرمیوں اور سرمایہ کاری کے تسلسل کی عکاسی کرتا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق مالیاتی شعبہ منافع کی منتقلی میں سرفہرست رہا، جہاں سے 534.5 ملین ڈالر بیرون ملک منتقل کیے گئے، جبکہ توانائی کے شعبے سے 507.7 ملین ڈالر منافع کی منتقلی ریکارڈ کی گئی۔ اس کے علاوہ فوڈ، ٹیلی کمیونیکیشن اور تمباکو کے شعبے بھی منافع کی واپسی میں نمایاں رہے۔

بندرگاہوں کو اقتصادی راہداریوں سے موثر انداز میں جوڑیں گے، جنید انوار چوہدری

سی پیک سے منسلک ٹرانسپورٹ منصوبوں پر بحری امور کے وفاقی وزیر کی چینی کمپنی سے بات چیت

پاکستان اور چین کے درمیان بحری رابطوں اور ٹرانسپورٹ انفراسٹرکچر میں تعاون کے فروغ پر تبادلہ خیال کیا گیا

اسلام آباد (آئی این پی) وفاقی وزیر بحری امور محمد جنید انوار چوہدری نے اپنے دورہ چین کے دوران بیجنگ میں چائنا ریلوے الیکٹریفکیشن انجینئرنگ گروپ کمپنی کے نائب صدر لی لی سے ملاقات کی جس میں پاکستان اور چین کے درمیان بحری رابطوں اور ٹرانسپورٹ انفراسٹرکچر میں تعاون کے فروغ پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ ملاقات میں ریلوے الیکٹریفکیشن، بندرگاہوں کو ریلوے نیٹ ورک سے منسلک کرنے، لاجسٹکس انفراسٹرکچر، اسمارٹ ٹرانسپورٹ سسٹمز اور چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کے تحت علاقائی تجارت کے فروغ سے متعلق مختلف منصوبوں پر تعاون کے امکانات کا جائزہ لیا گیا۔ وفاقی وزیر محمد جنید انوار چوہدری نے کہا کہ چین کی صف اول کی انجینئرنگ کمپنیوں کے ساتھ اشتراک سے پاکستان کی بندرگاہوں کو اندرون ملک اقتصادی راہداریوں سے جوڑنے کے لیے جدید، مؤثر اور پائیدار ٹرانسپورٹ نیٹ ورک کی ترقی ممکن (بقیہ نمبر 1)

قصور، 19 سالہ لڑکی اور ایک خاتون کو اغواء کر لیا گیا، مدرسے کا طالب علم لاپتہ

قصور (این این آئی) اغوا و گمشدگی کے تین مختلف واقعات میں 19 سالہ لڑکی اور ایک خاتون اغوا، مدرسے کی 15 سالہ طالبہ پراسرار طور پر لاپتہ۔ ضلع قصور سے اغوا اور گمشدگی کے تین واقعات میں تھانہ مصطفیٰ آباد کے علاقے امیر کالونی کی 19 سالہ اقرا بی بی کو اخوت فاؤنڈیشن سے سلائی سیکھ کر واپس آتے ہوئے۔

انسانیت اور بے زبان پر رحم: ریسکیو 1122 نے 40 فٹ بلند درخت پر پھنسی چیل کو بچا لیا

قصور (این این آئی) انسانیت اور بے زبان پر رحم: ریسکیو 1122 نے 40 فٹ بلند درخت پر پھنسی چیل کو بچا لیا۔ ریسکیو 1122 قصور نے بے زبان مخلوق کی جان بچاتے ہوئے ایک شاندار کارروائی کی۔

فیصل آباد سبزی منڈی کے قریب ڈجکوٹ سے سمندری روڈ پر کار کی ٹکر سے دو کمسن بہن بھائی جاں بحق

مکوآنہ (این این آئی) فیصل آباد چک 279 رب، سبزی منڈی کے قریب ڈجکوٹ سے سمندری روڈ پر کار کی ٹکر سے دو کمسن بہن بھائی جاں بحق ہو گئے دونوں بچے سڑک عبور کر رہے تھے کہ تیز رفتار کار نے انہیں ٹکر مار دی

برائلر گوشت کی قیمت میں 8 روپے کلو اضافہ

لاہور (این این آئی) شہر میں پرچون سطح پر فی کلو برائلر گوشت کی قیمت 8 روپے اضافے سے 512 روپے، زندہ برائلر مرغی کی قیمت 5 روپے اضافے سے 353 روپے فی کلو جبکہ فارمی انڈوں کی قیمت 3 روپے اضافے سے 257 روپے فی درجن کی سطح پر رہی۔ اوپن مارکیٹوں میں مختلف مقامات پر (بقیہ نمبر 3)

دریاؤں اور آبی ذخیروں میں پانی کی صورتحال

لاہور (این این آئی) تربیلا، منگلا اور چشمہ کے آبی ذخائر میں پانی کی آمد و اخراج، ان کی سطح اور بیراجوں میں پانی کے بہاؤ کی صورتحال حسب ذیل رہی۔ دریائے سندھ میں تربیلا کے مقام پر آمد 3 لاکھ 19 ہزار 100 کیوسک اور اخراج 1 لاکھ 93 ہزار کیوسک، دریائے کابل میں نوشہرہ کے مقام پر آمد 61 ہزار 900 کیوسک اور اخراج 61 ہزار 900 کیوسک رہا۔

لاہور: شارٹ کٹ راستہ اختیار کرنے کیلئے دو افراد اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال کر دومور یہ پل کے اوپر چڑھ رہے ہیں

پنجاب میں جدید اے آئی ڈیٹا سینٹر قائم کرنے کا منصوبہ، مصنوعی ذہانت کے منصوبوں کو نئی رفتار ملے گی

این وی آئی ڈی آئی اے ایچ 200 ٹیکنالوجی پر مبنی جدید سرورز نصب ہوں گے

لاہور (آئی این پی) پنجاب میں مصنوعی ذہانت کے جدید منصوبوں کو فروغ دینے کے لیے جدید اے آئی ڈیٹا سینٹر قائم کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا گیا، جس کے تحت سرکاری اداروں کو جدید کمپیوٹنگ سہولیات اور طاقتور ڈیٹا انفراسٹرکچر فراہم کیا جائے گا۔ منصوبے کے تحت ڈیٹا سینٹر میں این وی آئی ڈی آئی اے ایچ 200 ٹیکنالوجی سے لیس جدید جی پی یو سرورز نصب کیے جائیں گے، جو بڑے پیمانے پر ڈیٹا محفوظ رکھنے، تیزی سے پراسیس کرنے اور جدید اے آئی ماڈلز چلانے کی صلاحیت رکھتے ہوں گے۔

پاکستان کو چین سے 60 ہزار میٹرک ٹن چاول کے نئے آرڈرز موصول

چین سے مکئی اور چینی کی برآمد کے آرڈرز ملنے کی بھی توقع ہے، حکام

لاہور (این این آئی) پاکستانی چاول کی برآمدات میں اضافے کا سلسلہ جاری ہے، چین سے پاکستان کو 60 ہزار میٹرک ٹن چاول کے نئے برآمدی آرڈرز موصول ہو گئے۔ رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان کے مطابق چین میں پاکستانی چاول کی طلب میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کے باعث مزید برآمدی مواقع پیدا ہو رہے ہیں۔ حکام نے بتایا کہ پاکستان سے چین کو جلد مکئی بھی برآمد کی جائے گی جبکہ چین سے مکئی اور چینی کی برآمد کے آرڈرز ملنے کی بھی توقع ہے۔ چین سے مکئی اور چینی کی برآمد کے آرڈرز ملنے کی بھی توقع ہے، حکام

پانچویں اور آٹھویں جماعت کے بورڈ امتحانات، رجسٹریشن کیلئے ب فارم نمبر لازمی قرار

ب فارم کے بغیر رجسٹریشن نامکمل تصور ہوگی، سکولوں کو 8 اگست سے قبل ریکارڈ اپڈیٹ کرنے کی ہدایت

لاہور (آئی این پی) پانچویں اور آٹھویں جماعت کے بورڈ امتحانات میں شرکت کے خواہشمند طلبہ کی رجسٹریشن کے لیے ب فارم نمبر کا اندراج لازمی قرار دے دیا گیا ہے، ب فارم نمبر کے بغیر طلبہ کی رجسٹریشن مکمل نہیں کی جائے گی۔ ذرائع کے مطابق جن طلبہ کی رجسٹریشن پہلے ب فارم نمبر کے بغیر کی گئی تھی، سسٹم نے ایسے تمام طلبہ کو غیر تصدیق شدہ قرار دے دیا ہے۔

لاہور: جناح اسلامیہ کالج ٹاؤن شپ کے پرنسپل محمد یونس مغل اور پروفیسر شاہد پرویز ہونہار طالبعلم عثمان ندیم کو آئی ٹی کے شعبے میں نمایاں کارکردگی پر تعریفی سرٹیفکیٹ سے نواز رہے ہیں

نارووال، بارش سے حویلی کی چھت گر گئی، دو خواتین زخمی، پانچ بھینسیں ہلاک

ریسکیو کا ڈیڑھ گھنٹے آپریشن، ملبے تلے دبی 20 بھینسیں زندہ نکال لی گئیں، زخمی خواتین ہسپتال منتقل

نارووال (آئی این پی) بارش کے باعث حویلی کی چھت گرنے سے دو خواتین زخمی جبکہ پانچ بھینسیں ہلاک ہو گئیں۔ بتایا گیا ہے کہ نواحی گاؤں سیر باجوہ میں موسلادھار بارش کے باعث ٹی آر گارڈر سے بنی حویلی کی خستہ حال چھت گر گئی جس کے نتیجے میں دو خواتین اور دو درجن سے زائد بھینسیں ملبے تلے دب گئیں۔ اطلاع ملتے ہی ریسکیو ٹیمیں موقع پر پہنچ گئیں حویلی کی چھت گرنے کی وجہ سے دو خواتین زاہدہ بی بی زوجہ راشد اور منظوراں بی بی زوجہ یوسف بھی زخمی ہوئیں جن کو فوری موقع پر ابتدائی طبی امداد فراہم کر کے ڈی ایچ کیو ہسپتال نارووال منتقل کر دیا گیا۔ ریسکیو ٹیموں نے ڈیڑھ گھنٹے کے مسلسل آپریشن کے بعد ملبے تلے دبے 25 جانوروں کو نکالا، جن میں 20 بھینسیں زندہ جبکہ 5 مردہ تھیں۔ زندہ نکالی گئی بھینسوں کو ابتدائی طبی امداد دینے کے بعد مزید علاج کے لیے ویٹرنری ٹیم کو طلب کر لیا گیا۔ ڈسٹرکٹ ایمرجنسی آفیسر نارووال انجینئر اورنگزیب نے کہا کہ ریسکیو 1122 ہر قسم کی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔ انہوں نے شہریوں سے اپیل کی کہ بارشوں کے دوران خستہ حال عمارتوں اور کمزور چھتوں سے دور رہیں۔

ریجنل ڈائریکٹر اینٹی کرپشن سرگودھا ڈویژن کی میانوالی میں بڑی کارروائی

سرکل آفیسر، اینٹی کرپشن میانوالی نے ریڈ کر کے ٹیوٹا کالج کے جونیئر کلرک رشوت لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا گیا

میانوالی (این این آئی) ریجنل ڈائریکٹر اینٹی کرپشن سرگودھا ڈویژن کی میانوالی میں بڑی کارروائی، سرکل آفیسر، اینٹی کرپشن میانوالی نے ریڈ کر کے ٹیوٹا کالج کے جونیئر کو کلرک رشوت لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا، ملزم تیمور سرفراز، جونیئر کلرک ٹیوٹا کالج نے کنٹریکٹ میں توسیع کروانے کے لیے ایک لاکھ 39 ہزار روپے رشوت وصول کی تھی، ناصر عزیز خان، سرکل آفیسر، اینٹی کرپشن میانوالی نے ریڈنگ مجسٹریٹ کی موجودگی میں ریڈ کر کے ملزم سے نشان زدہ نوٹ برآمد کر لیے، ملزم تیمور سرفراز اپنے

لاہور: آئی جی جیل خانہ جات سالک جلال سے کوکا کولا کے کنٹری ہیڈ ڈاکٹر فیصل ہاشمی، سابق ڈائریکٹر وزیر اعلیٰ شکایات سیل شاہد قادر ملاقات کر رہے ہیں

چیف ایڈیٹر	میاں محمد فیاض
مینجنگ ایڈیٹر	صدف الطاف چوہدری
سینئر گروپ ایڈیٹر	ڈاکٹر محمد احسن محمود
ڈائریکٹر	چوہدری عمران شوکت
گروپ ایڈیٹر	علی حسین شیرازی
ایڈیٹر	امداد اللہ قریشی
ڈپٹی ایڈیٹر	شہروز میاں
لیگل ایڈوائزر	وقار اے شیخ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

پبلشر احسن یوسف نے تجارت پرنٹرز سے چھپوا کر 14 ڈیوس روڈ لاہور سے شائع کیا۔ آفس نمبر 2 اباسین کمپلیکس 8 ڈیوس روڈ لاہور